176

Shastrika Library & Research Institute
JAMMU
No. 176
Dated

K.P. SABHA AMBPHA
LIBRARY
No
Date
JAMMU

No. 176

ڈھول کا بول

یکم جون ۱۹۵۱ء —— مرتبہ: ریڈیو کشمیر سرینگر

قیمت: آٹھ آنے

ب

ترتیب

نمبر شمار		نمبر صفحہ
۱	تمہید	۲
۲	جمہوریت کی پیشانی پر بدنما داغ	۵
۳	عوامی رہنماؤں کی توہین و تذلیل	۸
۴	ہٹلر کا نقشِ ثانی	۹
۵	حکومت کے سربراہوں کو آمرانہ اختیارات	۱۰
۶	غیر عوامی عناصر کا ناپاک اشتراک	۱۴
۷	گلوگیر قوانین کے خلاف عوامی احتجاج	۱۵
۸	فسطائی طور و طریق	۱۷
۹	بے گناہی کی سزا	۱۹
۱۰	دستور العمل ـــــ غیر جمہوری اور آمرانہ	۲۰
۱۱	مغربی سیاست کی نقالی	۲۲
۱۲	مولینا مودودی کا احتجاج	۲۳

۱۳	ووٹوں کا زمانہ آیا ہے	۲۴
۱۴	ٹیکسوں کی بھرمار	۲۶
۱۵	انوکھا تجربہ	۲۷
۱۶	مسلم لیگ — ایک سرکاری محکمہ	۳۰
۱۷	اب خُدا ہی ہم پر رحم کرے	۳۳
۱۸	چندسری حکومت کا منصوبہ	۳۵
۱۹	شہری آزادیوں کا خُون	۳۶
۲۰	عوام کی آزادی پر چھاپہ	۴۳
۲۱	سازشی اور ابن الوقت اربابِ زر کا اکھاڑہ	۴۵
۲۲	کیا ہم اسی سلوک کے مستحق ہیں؟	۵۳
۲۳	مفادِ عامہ کے نام پر عوام دشمنی	۵۴
۲۴	نام اسلام کا خاکہ لادینی	۵۶
۲۵	مہاجرین کی بے بسی	۵۸
۲۶	پنبہ کُجا کُجا نہم	۶۰
۲۷	اہلِ علم کی بے قدری	۶۳

۲۸	پانی گراں اِنسان ارزاں	۶۴
۲۹	تلخ تجربہ اور اس کے بعد	۶۶
۳۰	یہ ساری سکیمیں کس کام کی؟	۶۸
۳۱	کام ذاتی خرچ سرکاری	۷۱
۳۲	افکار و گفتار قانونی شکنجے میں	۷۳
۳۳	آزادی ـــــ ایک بڑا فریب	۷۴
۳۴	بہاول پور کے بدقسمت عوام	۷۶
۳۵	سیاسی قیدیوں پر انسانیت سوز مظالم	۷۹
۳۶	حرام کی مُرغی اور پاکستانی قاضی	۸۲
۳۷	خطرناک تجویز	۸۴
۳۸	تعلیمی بدحالی	۸۷
۳۹	حق خود ارادیت پر ڈاکہ	۸۸
۴۰	ریاستی پاکستان نوابوں کے رحم و کرم پر	۸۹
۴۱	جدھر دیکھو - بھوک اور افلاس	۹۰
۴۲	جعلسازی - فریب کاری - خوشنوازی	۹۱
۴۳	صوبۂ سرحد کی قیوم شاہی	۹۵
۴۴	اقتصادی بحران	۹۷

تمہید

اَفْضَلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَا — عربی کا بہت پرانا مقولہ ہے۔ یعنی کسی کی قابلیت اور فضیلت کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ اُس کے دشمن بھی اس کا اعتراف کریں۔ اسی طرح اگر کسی اِنسان یا سماج کے عیوب کا اندازہ کرنا ہو تو اُن مخلص دوستوں کے افکار و آرا کا ملاحظہ کرنا چاہیئے، جو اس سماج کے ساتھ گہری دِلچسپی رکھتے ہیں۔

اخبار ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی مدد سے سماج کے نکتہ ور اور نکتہ دان افراد ایسے سماج کے عیب و صواب سے پردہ سرکاتے ہیں۔ اخبار کے متعلق یہ کہنا ہمیشہ غلط ہوتا ہے کہ وہ اپنے سماج کا دُشمن ہے بشرطیکہ اخبار کا معیار بلند ہو۔ اس کتابچے میں پاکستان کے جن اخبارات کے افکار کو جمع کیا گیا ہے اُن کے متعلق کسی کو شبہ نہیں کہ وہ اپنے معیار اور کردار کے لحاظ سے بہت بلند ہیں۔ اور چونکہ قیامِ پاکستان کی مہم میں بھی اِن اخبارات نے نمایاں حصہ لیا ہے۔ اس لئے یہ بھی

نہیں کہا جا سکتا کہ ان اخبارات کا مقصد قصرِ پاکستان کا انہدام ہے لہذا یہ بات قدرتی طور پر صاف ہو جاتی ہے کہ اِن اخبارات نے جو کچھ لکھا ہے اُس کی بُنیاد خلوص پر ہے۔ اور جو کچھ کہا گیا ہے وہ پوری دیانتداری سے کہا گیا ہے۔ اور یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اِن اخباروں میں مُبالغہ ہے یا جانبداری ہے

ایک طرف سے ہم پاکستان کے حاکموں کے اِن بلند بانگ دعوؤں کو دیکھتے ہیں، جن میں پاکستان کو آزاد جمہوریہ، اور ایک عظیم الشان اِسلامی مُلک قرار دیا جاتا ہے۔ دوسری طرف سے اِن اخباروں کے بیانات، شذرات اور افکار کو ملاحظہ کرتے ہیں، تو بات صاف ہو جاتی ہے۔ اور ہر شخص خالی الذہن ہو کر یہ باور کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ پاکستان کے مالکانِ تقدیر کے قول و فعل میں قطبین کا تضاد ہے۔

اللہ ہر اک رند کو واعظ سے بچائے

دل اور زبان اور، یہاں اور وہاں اور

حکیم غلام محی الدین

N

جمہوریت کی پیشانی پر بدنما داغ

"پچھلے دِنوں میں نے ایک بیان میں اُس غیر انسانی اور شرمناک طرزِ عمل کا ذکر کیا تھا۔ جو صوبۂ سرحد کی حکومت نے انٹیر کی جیلوں میں عوامی نظر بندوں سے روا رکھتی ہے۔ میں نے بتلایا تھا کس طرح قیوم وزارت نہایت قابل اعتراض طریقے برتتے ہوئے اِن لوگوں کو دماغی اور جسمانی طور پر مفلوج کرتی ہے اِس کے جواب میں حکومت سرحد نے ایک غلط اور فرسودہ پریس نوٹ جاری کرتے ہوئے اِن سب الزامات کی تردید کرنے کی کوشش کی۔ مگر ابھی اِس پریس نوٹ کی سیاہی بھی خشک نہ ہونے پائی تھی۔ کہ ڈیرہ اسمٰعیل خان کی سنٹرل جیل سے نہایت تشویشناک خبریں آنی شروع ہوئیں۔ میں وہاں موقع پر پہنچا اور تمام حالات کا جائزہ لیا۔ جو میں عوام کی اطلاعات کے لئے شائع کر رہا

ہوں۔ اِس سے ہر ایک پر قیوم وزارت کی حقیقت اچھی طرح کھُل جائے گی۔ اِس وقت ڈیرہ اِسمٰعیل خان میں چھ عوامی رہنما پیر صاحب آف زکوڑی شریف ایم۔ ایل۔ اے۔ خان محمد افضل خان سابق ایم۔ ایل۔ اے۔ خان گوجر خان سابق سکریٹری مردان مُسلم لیگ۔ پیر فیروز شاہ سابق سکریٹری بنوں مسلم لیگ۔ مسٹر غلام سُبحانی خان اور مسٹر زین خان نظر بند ہیں جن سے جیل کے افسران کا سلوک نہائیت ناروا اور نازیبا ہے۔ اگرچہ بی کلاس قیدیوں کو پنکھا دیا جاتا ہے۔ اور باہر کھُلی فضا میں سونے کی اِجازت ہے۔ مگر اِن لوگوں کے لئے ایک بھی رعائیت نہیں۔ صوبہ سرحد کے اکثر جیلوں میں تمام سیاسی قیدیوں کی حالت ناقابلِ قیاس حد تک افسوسناک اور دردانگیز ہے۔ ان کو نہائیت بُری غذا ملتی ہے۔ پڑھنے کے لئے کبھی اخبار نہیں دئے جاتے۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان کی جیل تو تپ دق کی افزائش کے لئے مشہور ہے۔ کوئی ایسا قیدی نہیں جو یہاں آئے اور تپ دق کا شکار نہ ہو۔ قیوم وزارت کے گورنر اور اُس کے سلوک کی وجہ سے

اکثر سیاسی قیدیوں کا وزن کم ہو گیا ہے۔ بہت سے کئی ایک بیماریوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ کیا یہ سب کچھ جمہوریت کے نام پر بدنما سیاہ داغ نہیں؟ کیا اس شرمناک طرزِ عمل سے خود پاکستان کی پیشانی نہیں جھک جاتی؟ میں قیوم وزارت کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس میں ذرا بھی اخلاقی جرأت ہے تو وہ میرے الزامات کو غلط ثابت کرے۔ کیا حکومت اپنی بد اطواریوں اور غلط کاریوں کی جانچ کے لئے تحقیقاتی کمیٹی مقرر کرانے کو تیار ہے؟ سیاسی پارٹیوں سے نہ سہی حکومت خان محمد ابراہیم خان چیف جج صوبہ سرحد ہائی کورٹ کو ہی تحقیقات کے لئے مقرر کر دے۔ دنیا دیکھے کون راستی پر ہے کون گناہگار۔"

سکریٹری عوامی مسلم لیگ مردان کا بیان

"پاکستان ٹائمز" لاہور ۱۶۔ ستمبر ۱۹۵۰ء

عوامی رہنماؤں کی توہین و تذلیل

"پاکستان کا ہر خود دار شہری آپ کو۔ آپ کے اداریہ، "زندہ اور مردہ" پر مبارک باد دے گا۔ وزیر اعظم پاکستان نے جس طرح مسٹر سہروردی اور دیگر عوامی رہنماؤں کو گستاخانہ طریقے پر گالیاں دی ہیں۔ اُن کی توہین کی ہے۔ اِس کی ہر پاکستانی مذمت کرے گا۔ کتنی حیرت انگیز بات ہے۔ کہ وزیر اعظم پاکستان اُس پلیٹ فارم سے مسٹر سہروردی کو کتا۔ غدار جھوٹا اور مکار کہیں۔ جس کی تذلیل خود مسٹر ایم۔ اے کھرو کی وہاں پر موجودگی کر رہی تھی۔ وزیر اعظم نے اُس شخص کے لئے ناشائستہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جو ہمیشہ مسلم لیگ کا ستون رہا۔ وزیر اعظم کو غدار کا الزام لگانے کے بعد اِسے عدالت میں ثابت کرنا ہوگا۔ ورنہ ایک دُنیا یہ کہیگی کہ خود وزیر اعظم کی تقریر غلط گوئی، جھوٹ اور ریا پر مبنی ہے۔ وزیر اعظم کو اپنے لفظوں پر دوبارہ غور کر کے اُنہیں

واپس لینا چاہئے۔ ورنہ اِن کی عزت کو سخت دھکا لگے گا۔"

(مسٹر بی۔ ایم کٹی کا خط ایڈیٹر "پاکستان ٹائمز" لاہور کے نام
مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۵۰ء

ہٹلر کا نقشِ ثانی

"مسٹر ایم۔ اے کھرو نے اپنی ٹوپی میں ایک نیا پر لگایا ہے۔ ابھی حال ہی میں اُنہوں نے غلط اور ناشائستہ طریقے سے اپنے ایک رشتہ دار کو سندھ اسمبلی کا ممبر بنا کر جمہور پرور اور آزادی پسند جذبات کو مجروح کیا تھا۔ اب اُنہوں نے سندھ لیگ کونسل سے مُسلم لیگ کے عہدیدار خود مقرر کرنے کا حق لے لیا ہے۔ اگرچہ اُن لوگوں کو، جو مرکز اور صوبوں میں مُسلم لیگ کے منتظم بنے بیٹھے ہیں۔ جمہوری اصولوں سے کوئی مناسبت اور لگاؤ نہیں۔ تو بھی مسٹر کھرو نے نیا طریقِ کار اختیار کر کے سب کی ہر قسم کی غلط کاریوں کو پس پُشت ڈالکر دکھا ہے۔ مسٹر کھرو کا نامزدگی کا یہ نیا طریقِ کار اور اِن کا ایک جماعت

کے افراد سے ان کے انفرادی بنیادی حقوق کو چھین لینا سیاسی جماعتوں کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ اور انہوں نے اپنے قول و فعل سے اپنے آپ کو ہٹلر کا نقشِ ثانی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مسٹر کھرو کا جمہوریت کے سینے پر یہ وار اپنی طرح کی آخری مثال نہیں۔ یہ صرف اس غیر جمہوری، مفاد پرست اور آمرانہ طرزِ عمل کی وضاحت کرتا ہے۔ جو مسٹر کھرو سے بھی بڑے با اقتدار سیاسی اور ملکی رہنما اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہماری سیاسی زندگی کی کس طرح تذلیل ہو رہی ہے۔ مسٹر کھرو کے طرزِ عمل نے بتا دیا ہے۔ کہ آمریت اور فسطائیت کا زہر کس طرح بڑی تیزی سے برسر اختیار سیاسی رہنماؤں کے رگ و ریشے میں سرائیت کر رہا ہے۔"

"پاکستان ٹائمز" لاہور — ۱۹ ستمبر ۱۹۵۰ء

حکومت کے سربراہوں کو آمرانہ اختیارات

"کل رات مفتی محمد سعید صدر جمعیت العلماء اسلام پنجاب

کی صدارت میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جسمیں کہا گیا کہ اہلِ پاکستان مجوزہ دستور العمل کو کبھی بھی منظور نہ کریں گے۔ پاکستان کے قیام کے قبل مسلمان رہنماؤں کا نعرہ تھا۔ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ، اِن نعروں کی موجودگی میں یہ لوگ کس مُنہ سے کہتے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی حکومت قائم نہیں ہوگی۔ یہ لوگ پاکستانی عوام کو دھوکا دے رہے ہیں، اور پھر علامہ علاء الدین صدیقی نے حکومتِ پاکستان پر شدید نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا پاکستان کا نیا دستور بنانے والے خود اسلام اور اسلامی اصولوں سے ناواقف ہیں۔ یہ اسلامی دستور بنانے کے قطعاً نااہل ہیں، اُنہوں نے امریکی، برطانوی اور فرانسیسی آئینوں کی نقل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر قطعی ناکام کوشش"۔ یہی سیول اینڈ ملٹری گزٹ ۶۔ اکتوبر کے اداریہ میں لکھتا ہے:۔ "یہ اسلامی حکومت کا خاصہ رہا کہ اس میں شاہ و گدا میں کوئی فرق، کوئی تمیز روا نہیں رکھی گئی۔ قانونِ اسلام کی نظروں میں دونوں کا درجہ یکساں ہے۔ کئی دفعہ اسلامی حکومتوں کے سربراہوں کو اپنے خلاف

الزام کی جوابدہی کے لئے قاضی کے سامنے پیش ہونا پڑا بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے اسلامی اصولوں کو یکسر نظر انداز کیا جب اس نے سفارش کی کہ حکومتِ پاکستان کا سربراہ کسی بھی عدالت کے سامنے جوابدہ نہیں ہو سکتا۔ یعنی اگر وہ قتل یا خون بھی کرے تو اس کے خلاف کوئی قانونی قدم نہیں اٹھایا جائے گا۔ اسی طرح صوبائی گورنروں اور مرکزی اور صوبائی وزیروں کے لئے بھی ہے کہ ان کے خلاف کوئی دیوانی یا فوجداری مقدمہ دائر نہیں کیا جا سکے گا۔ کیا یہ اسلامی اصولوں کی بدترین توہین اور تذلیل نہیں کہ حکومت کے سربراہوں کو ان کے ہر قسم کے گناہوں کے لئے معاف کر دیا جائے۔ جبکہ اسلامی مساوات کے مطابق ان حکام اعلیٰ کو عوام کے مقابلے میں زیادہ سنگین سزا ملنی چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان کے طول و عرض میں اس رپورٹ کے خلاف سخت احتجاج اور غم و غصہ کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ پھر اسلامی حکومت کے نظریے کے مطابق عوام کو مکمل آزادی حاصل ہونی چاہئے۔ اور منتظموں کو ان کی

آزادی میں خلل ڈالنے کا کوئی حق نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن بُنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ نے برسر اقتدار طبقے کو مزید آمرانہ اختیارات دیئے ہیں۔ حُکام کو اتنی طاقت دی گئی ہے کہ وہ جب چاہیں عوام کی آزادی کا گلا گھونٹ دیں۔"

"پاکستان ٹائمز" لاہور نے ۶۔ اکتوبر کی اشاعت میں لکھا ہے:۔ "مشرقی بنگال اسمبلی کے پانچ ممبران مسٹر حُسین، مسز انور خاتون، چوہدری شمس الدین، مسٹر عثمان علی اور مسٹر علی احمد خان نے ایک مشترکہ بیان میں پاکستان کے جُملہ عوام بالخصوص پڑھے لکھے طبقے، طلبہ اور مرکزی اور صوبجاتی ممبران اسمبلی سے اپیل کی ہے۔ کہ وہ بُنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ کی جسمیں پاکستان کے لئے ایک غیر آئینی آئین تجویز کیا گیا ہے۔ ہر ممکن طریقے سے مخالفت کریں۔ اُنہوں نے کہا ہے، جو شخص اسلام اور جمہوریت کے بارے میں کچھ بھی جانتا ہے۔ وہ مجوزہ آئین کو غیر اسلامی اور غیر جمہوری قرار دے گا۔ خلفائے راشدین کے عہد میں خلیفہ پر لازم تھا کہ وہ اپنے اعمال کے لئے ادنےٰ سے

اونے مسلمان کو جواب دے کر مطمئن کرے۔ لیکن پاکستان کے مجوزہ آئین میں حکومت کے سربراہ، گورنروں، مرکزی اور صوبائی وزیروں اور اسمبلیوں کے ممبروں کو قانون کی گرفت سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ مجوزہ آئین کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان میں ایک مضبوط ڈکٹیٹر شپ قائم ہو۔"

غیر عوامی عناصر کا ناپاک اشتراک

"پاکستان کی موجودہ حکومت، سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور ابن الوقت زر پرستوں پر مشتمل ہے۔ اور دوسری غیر جمہوری سامراجی طاقتوں سے ناپاک اشتراک رکھتی ہے۔ اس کا ہر قدم عوام اور عوامی تحریکوں کو کچلنے کے لئے اٹھ رہا ہے۔ اسے عوام کی بہتری سے کوئی دلچسپی اور لگاؤ نہیں۔ حکومت پاکستان کو جمہوریت اور انسانیت کے نام پر سیفٹی ایکٹ جیسے جارحانہ قوانین کو منسوخ کر کے مرزا محمد ابراہیم کو غیر مشروط طور پر رہا کر دینا چاہئے۔"

"پاکستان ٹائمز" لاہور۔ ۲۹۔ ستمبر ۱۹۵۰ء

گلوگیر قوانین کے خلاف عوامی احتجاج

"حکومتِ پاکستان نے ۸۔ اکتوبر سے پاکستان پبلک سیفٹی آرڈی نینس کی زندگی میں مزید ایک سال کا اضافہ کر دیا ہے۔ اس خبر سے صرف اُن لوگوں کو خوشی ہوگی جو چاہتے ہیں کہ پاکستان کبھی بھی جمہوریت کی راہ پر نہ چل سکے۔ اور یہاں ایک ایسی غیر جمہوری آمرانہ حکومت برسرِ اقتدار رہے جو ہر ایک کو اپنے سامنے سر بسجدہ رکھنے پر مجبور کرے۔ جہاں عقل و خرد اور ہوش و فکر کا کوئی کام نہ ہو۔ جب پچھلے سال یہ آزادی کُش آرڈی نینس جاری کیا گیا تو حکومت نے اِس کے اجرأ کی کوئی بھی وجہ نہ بتلائی۔ اور آج بھی عوام کی ناراضی اور غم و غصہ کے باوجود اس کی زندگی میں مزید ایک سال کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ تو بھی حکومت اِس کی وجہ جواز بتانا مُناسب نہیں سمجھتی۔ حکومت نے اِس سلسلے میں پارلیمنٹ کی منظوری لینی بھی ضروری نہیں سمجھی۔ اس آرڈی نینس کے تحت حکومت نے عام امن کے دنوں میں اتنے زیادہ اختیارات

حاصل کر لئے ہیں۔ جن کا کبھی وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ حالات کا مکمل جائزہ لینے کے باوجود ہم یہ آج تک نہیں سمجھ پائے۔ اِس غیر جمہوری اور آزادی کُش آرڈی نینس کے اجراء اور اس کی تجدید کی وجہ کیا تھی۔ اِس سے صرف یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت اِن ہنگامی قوانین کے ذریعے عوام کو متنبہ رکھنا چاہتی ہے کہ اِس کی اپنی خواہشات، عوامی خواہشات اور عوامی جذبوں سے اہم اور مُقدّم ہیں۔ پاکستان میں وہی کچھ ہوگا جو حکومت چاہے۔ نہ کہ جس کے لئے عوام آواز بلند کریں۔ حکومت کا آمرانہ نظریہ عوام کے حقوق ان کی آزادی کی مانگوں سے بالاتر ہے۔ یہ کتنی بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ حکومت پاکستان نے کبھی بھی عقل و خرد اور سوچ اور فکر سے کام نہیں لیا۔ پچھلے سال پاکستان کے گوشے گوشے سے سیفٹی آرڈی نینس کی اتنی زیادہ مذمت ہوئی۔ اس کے خلاف اتنی زیادہ آواز بلند ہوئی کہ آزادی پسند عوامی حکومت کے لئے ایسے ننگ آزادی قانون کی تنسیخ لازمی تھی۔ ہر خیال کی سیاسی جماعتوں، خود

حکومت کے حامیوں اور مخالفوں نے اِسے مردُود اور ننگِ پاکستان قرار دیا۔ سوائے دو ایک اخباروں کے تمام پاکستان پریس نے اس کی مذمت کی اور حکومتِ پاکستان کے طرزِ عمل کو غیر جمہوری قرار دیا۔ کانسٹی ٹیوئنٹ اسمبلی کے پنجابی پاکستانی ارکان نے اسمبلی کے اندر اور باہر اس کی پُر زور مخالفت کی اتنی سخت مخالفت کے باوجود حکومت نے اِسے زندہ رکھنا اور اس کی زندگی میں اِضافہ کرنا ضروری سمجھا۔ کیوں؟ آخر اِس کی کوئی بھی تو وجہ بتا دی گئی ہوتی۔"

"پاکستان ٹائمز" لاہور — ۲۷ ستمبر ۱۹۵۰ء

فسطائی طور طریق

"مسٹر جناح کی مُسلم لیگ مَر چکی ہے۔ موجُودہ لیگ کا عوام کے ساتھ کوئی ربط و ضبط نہیں۔ اور خود وزیر اعظم پاکستان نے تسلیم کر لیا ہے کہ یہ کُچھ لوگوں کے ذاتی مُفاد کے حصول کے لئے اِستعمال کی جا رہی ہے۔ اِس وقت پاکستان کا رُخ ڈکٹیٹر شپ

کی طرف ہے۔ چند اربابِ اختیار نے تمام طاقت اپنی مٹھی میں سنبھال رکھی ہے۔ اخبار اور ریڈیو صرف حکومت کے پروپیگنڈے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ ملک میں کوئی آئین نہیں۔ نئے دستور کو معرضِ التوا میں ڈال رکھا گیا ہے۔ انتخابات اور ضمنی انتخابات روکے ہوئے ہیں۔ آزادانہ انتخابات کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی جا رہی ہیں۔ سیاسی مخالفین کو ختم کرنے کے لئے پبلک سیفٹی ایکٹ بڑی سختی سے استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ جگہ جگہ دفعہ ۱۴۴ نافذ ہے۔ ہر جگہ عوام کی آزادیٔ تحریر و تقریر کو ختم کیا جا رہا ہے۔ حکومت کا نظریہ یہ ہے کہ ملک میں کوئی بھی مخالف سیاسی جماعت زندہ نہ رہنے پائے۔ یہ سارے طور طریق کسی فسطائی حکومت کے ہو سکتے ہیں، جمہوریت کے نہیں۔ مسلم لیگ بھی فسطائیت کی پیروکار ہے۔ جمہوریت کی نہیں۔ اس لئے پاکستان میں رہنے والے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ کی مخالفت کرے۔ کیونکہ اس کی کامیابی سے فسطائیت کی جڑیں مضبوط

ہوں گی۔ اور جمہوریت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے گا۔"

(صدر کراچی عوامی لیگ کا بیان۔ "پاکستان ٹائمز" لاہور۔ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۵۰ء)

بے گناہی کی سزا

"مرزا محمد ابراہیم پاکستانی عوام کے ایک مسلمہ لیڈر ہیں۔ اگرچہ اکتوبر ۱۹۴۹ء میں جیل سے رہا ہونے کے بعد اُنہوں نے حکومت کے خلاف کوئی بھی قدم نہیں اُٹھایا۔ کوئی جلوس نہیں نکالا۔ کوئی ہڑتال نہیں کرائی۔ حکومت نے پھر بھی اِن کو جیل کی تنگ تاریک کوٹھڑی میں جھونک دیا۔ کیوں؟ کوئی بھی نہیں جانتا، یہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب اسمبلی کے آنے والے انتخابات میں حصّہ لینا چاہتے تھے عوام میں اِن کی مقبولیت کی وجہ سے اِن کا اسمبلی کا ممبر چُن لیا جانا ایک یقینی اور طے شُدہ بات تھی معلوم ہوتا ہے کہ برسرِ اقتدار حلقے مرزا صاحب کے اسمبلی میں جانے سے ڈرتے تھے۔ اِس لئے اِن کو گرفتار کرا دیا گیا۔ اگر حکومتِ پنجاب

اِن کا وجود امنِ عامہ کے خلاف سمجھتی ہے۔ تو وہ کیوں اِن پر کھلی عدالت میں مقدمہ نہیں چلاتی۔؟ پبلک سیفٹی ایکٹ کے ذریعے ہر جمہور پسند کی آزادی کا گلا گھونٹنے کے کیا معنی"۔

"پاکستان ٹائمز" لاہور۔ مورخہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۵۰ء

دستور العمل ـــــ غیر جمہوری اور آمرانہ

"ڈھاکہ بار ایسوسی ایشن نے اپنے ایک حالیہ اجلاس میں بُنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ کی پُر زور مذمت کی اور اِسے غیر جمہوری اور آمرانہ اصولوں کی حامل قرار دیا۔ اِس اجلاس میں مجوزہ آئین کے اُس حصّے کی خاص طور پر شدید مذمت کی گئی جس میں تمام تر اختیارات امیرِ پاکستان کے حوالے کر دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ حکومت کے سربراہ کو اِس قسم کے آمرانہ اختیارات دینا جس میں آئین کی تنسیخ اور صوبجات کو میونسپل کمیٹیوں کی سطح پر لے آنا، وغیرہ شامل ہے۔ جمہوری اصُولوں کی بدترین خلاف ورزی

ہے۔ مجوزہ آئین کے ذریعہ مشرقی پاکستان کو ہمیشہ کے لئے غلامی کے پنجے میں جکڑنے اور تمام پاکستانی عوام کو دائمی طور پر چند ارباب اختیار کی غلامی میں دے دینے کی ترکیبیں ناقابلِ برداشت ہیں۔ مجوزہ آئین کے تحت اہلِ پاکستان کی آزادیٔ تحریر و تقریر ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی۔ اور حکومت کی غلط کاریوں کے خلاف آواز بلند کرنے والا وطن دشمن اور غدار قرار دیا جائے گا۔ مجوزہ آئین کے تحت اہلِ پاکستان کے اسلامی حکومت اور جمہوریت کے تمام خواب مٹی میں مل جائیں گے۔ اور ملک میں ڈکٹیٹر شپ قائم ہو جائے گی۔ اجلاس میں پاکستان کانسٹی ٹیوئنٹ اسمبلی کے تمام ممبران بالخصوص مشرقی پاکستان کے نمائندوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ مجوزہ آئین کی ہر ممکن طریقے سے مخالفت کریں۔

"پاکستان ٹائمز" لاہور — ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۵۰ء

مغربی سیاست کی نقالی

"پچھلے اکتوبر کو ڈھاکہ میں جمعیت العلمائے اسلام مشرقی پاکستان کے زیرِ اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ جس کی صدارت مولانا حافظ محمد اللہ نے کی۔ جلسے میں پاکستان کے لئے مجوزہ آئین پر کڑی نکتہ چینی کی گئی۔ اور کہا گیا کہ اس کے اصول بے حد مایوس کن، آمرانہ نوعیت کے اور غیر اسلامی ہیں۔ ان سے اُن اصولوں کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ جن پر پاکستان کو قائم کیا گیا۔ بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے آنکھیں موند کر مغربی سیاست کے اصولوں کی نقل کی کوشش کرتے ہوئے پاکستان کے لئے آمرانہ اور غیر جمہوری آئین تجویز کیا ہے۔ اور یہ وہ اصول ہیں، جنہوں نے پہلے ہی دُنیا کو جنگ و جدل میں غارت کیا۔ اور اب دُنیا کو اور بھی تباہی کے دھارے میں جھونک رہے ہیں۔ اس رپورٹ میں سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ اس سے جاگیرداری کی بنیادیں

مضبوط ہوتی ہیں۔ یہ رپورٹ دورِ جہالت کی آئینہ دار معلوم دیتی ہے۔ اور یہ پاکستان کو ختم کر دیگی۔ کیونکہ اس سے صوبجاتی، نسلی اور لسانی جھگڑے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ مُسلم علماء اور اہلِ پاکستان چاہتے ہیں کہ مجوزہ آئین کو سرے سے ہی منسوخ کر دیا جائے۔"

(روزنامہ ڈان کراچی — ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۵۰ء)

مولانا مودودی کا احتجاج

"اس قسم کی رپورٹوں کا اور کوئی مقصد نہیں، سوائے اس کے کہ طاقت چند انے گنے افراد کے ہاتھوں میں رہ جائے۔ اور مُلک میں آمریت اور فسطائیت کا غلبہ ہو۔ اب عوام پر بالکل واضح ہو گیا ہے کہ اربابِ اختیار کبھی بھی پاکستان میں اسلامی یا جمہوری حکومت قائم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ پچھلے تین سالوں میں اِن غرض کے بندوں نے عوام کی آزادی سلب کرنے کے سوا اور کچھ کام نہیں کیا۔ اِن مُقدمات

کو دیکھ کر ہمیں صرف ایک ہی تسکین ہوئی ہے کہ اُنہوں نے پاکستان کے عوام کو بیدار کر دیا ہے۔ اور وہ مُلک کے ہر گوشے میں حکومت کے خلاف نفرت اور غصے کا اظہار کر رہے ہیں۔" (بُنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ پر مولانا مودودی کا بیان)

("پاکستان ٹائمز" لاہور — ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۵۰ء)

دوٹوں کا زمانہ آیا ہے

اے ساتھی! آ کچھ کام کریں
دوٹوں کا زمانہ آیا ہے، اِنسان خریدے جائیں گے
بازار سجا کر دھوکے کا، ایمان خریدے جائیں گے!
پیری کے گُر سے پھر ایسے، سامان خریدے جائیں گے
جس سے بیچارے سیدھے سادھے، دہقان خریدے جائیں گے

اے دوست اگر کچھ کرنا ہے، ہنگام یہی ہے کرنے کا
باطل سے جو ٹکر لینی ہے، تو سامان کر کچھ لڑنے کا

اِن نقلی دینداروں کی پھر جیبیں پُر ہوں گی سونے سے
اِسلام کی خدمت کا جھنڈا اونچا ہو گا ہر کونے سے
باطل کی سیاہی چمکے گی، ایمان کا صفحہ دھونے سے
اے ساتھی! آ کچھ کام کریں، کیا حاصل ہو گا رونے سے

آ بھانڈا دین کے غداروں کا چوراہے پہ ہم پھوڑیں
اور رشتہ مِلّت مرحومہ کا اللہ کی رسی سے جوڑیں

اِس غم کا مداوا کرنا ہے اب چھوڑ بھی اپنے دھندوں کو
ووٹوں کے طالب آتے ہیں، دھتکار اِن پیٹ کے بندوں کو
اور عقل کو اپنی کام میں لا، چُن ایسے صالح بندوں کو
جو توڑ کے رکھ دیں شیطان کی ساری کی ساری کمندوں کو

محبوبِ خُدا کے فرماں کا اے دوست ذرا کچھ پاس تو کر
جو فرض ہے مردِ مُسلم کا اس فرض کا کچھ احساس تو کر

(ہفت روزہ کوثر لاہور ——— ۱۳ - اکتوبر ۱۹۵۱ء)

ٹیکسوں کی بھرمار

"ہمارے یہاں جب بھی کوئی نیا بجٹ بنتا ہے، تو اس کی بُنیاد ٹیکسوں ہی پہ کی جاتی ہے، اور ہمارے مالی جادوگر بسم اللہ ہی اس فقرہ سے کرتے ہیں کہ ہم نے جو ٹیکس لگائے ہیں ان کا اثر عوام پہ نہیں بلکہ سرمایہ داروں پہ پڑے گا۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ سرمایہ داروں کی آڑ میں حکومت عوام کی جیبیں ٹٹولتی ہے۔ ریل کے کرایہ پہ ٹیکس، رسیدی ٹکٹوں کی قیمت میں اضافہ، تار کے محصول میں اضافہ، سفری اسباب پہ ٹیکس۔ سگریٹ پہ ٹیکس، سیل ٹیکس میں اضافہ، پانی اور زمینوں کے مالیہ پہ اضافہ یہی عوام ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ سارے ٹیکس عوام ہی سے وصول کئے جاتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے مالی جادوگروں نے کیا زندگی کی ضرورت کی کوئی ایسی چیز بھی چھوڑی ہے، جس پہ اُنہوں نے ٹیکس نہ لگایا ہو۔ پہلے ہی اشیائے ضرورت کیا کم گراں تھیں کہ اب نئے ٹیکسوں کے ذریعے

اُنہیں اور بھی گراں کیا جا رہا ہے۔ حکومت کا تو آج کل یہ شیوہ ہے کہ بھوکوں اور مفلسوں کی بھوک میں اِضافہ کیا جائے، جب تک آپ پاکستان کو امیر نہیں بناتے اس وقت تک کم از کم یہی کیجئے کہ حکومت کے شاہانہ اور عیاشیانہ اخراجات کو کم کر دیجئے افسروں کی تنخواہیں کم کر دیجئے، غیر ضروری دورے بند کیجئے ملکی خزانے کو احتیاط سے اِستعمال کیجئے۔ یہ سب تو آپ سے ہوتا نہیں نئے نئے ٹیکس عائد کرتے ہیں بڑی ذہانت کا ثبوت دیا جاتا ہے خدا کے لئے ٹیکسوں کی بھرمار سے قوم کو بچائیے۔ اتنے ٹیکس تو غریب مُلک میں بہت بڑا عذاب ہیں۔"

روزنامہ "تسنیم" لاہور — ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۵۰ء

انوکھا تجربہ

"وزیر اعظم جب مُسلم لیگ کا صدر بھی ہو تو کونسل کا کوئی رُکن اصولاً۔ اخلاقاً اور عملاً نہ اِس پر نکتہ چینی کر سکتا ہے، نہ اس

کی مذمت کا مجاز ہے۔ کیونکہ صدر کی مذمت ہمیشہ عدم اعتماد کے اظہار کے مترادف سمجھی جاتی ہے۔ وزیر اعظم نے ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت کا صدر بن کر عوام کی طرف سے حکومت پر نکتہ چینی اور اس کے احتساب کے سب دروازے بند کر دیئے ہیں۔ عوام کے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ یا تو احتساب و تنقید کے حق سے بالکل دست بردار ہو جائیں، اور اپنی اور اپنے ملک کی قسمت سو فیصدی وزراء کے ہاتھ سونپ دیں کہ وہ جو چاہیں کریں۔ یا ایک ایسی حزبِ اختلاف کی بنیاد رکھیں، جو ارکانِ حکومت کو راہِ راست پر رکھ سکے۔ جو لوگ اسلام کی بجائے خالص مغربی پارلیمانی نظام حکومت کو اپناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پاکستان میں صرف ایک ہی پارٹی ہونی چاہیئے وہ یا تو بے وقوف ہیں یا بد دیانت، کوئی تیسری صورت کم از کم ہمیں تو نظر نہیں آتی۔ دنیا کا کونسا ملک ہے جہاں نظامِ حکومت جمہوری ہے، مگر ملک میں پارٹی صرف ایک ہے۔ پاکستان میں یہ انوکھا تجربہ جو مغرب اور مشرق کے کسی دوسرے ملک میں آج

تک کامیاب نہیں ہوا۔ کیونکہ کامیاب ہوگا؟ البتہ اگر ملک میں ڈکٹیٹرشپ کا قیام مقصود ہے تو پھر یہی نعرہ درست ہے کہ پاکستان میں صرف ایک ہی پارٹی ہونی چاہیئے، مسٹر لیاقت علی خان ایک طرف تو لیگ کی صدارت پر خود قابض ہو گئے ہیں، دوسری طرف اعلان فرماتے ہیں کہ مسلم لیگ اور پاکستان ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ ملک کی ایک سیاسی پارٹی کو مملکت کے مترادف قرار دینا ایک ایسی بے ہودہ بات ہے جو کسی معمولی پڑھے لکھے آدمی کی زبان سے بھی عجیب معلوم ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ لیگ کا صدر ایسی بات کہے۔ لیاقت علی خان صاحب نے مرکزی لیگ کی صدارت پر تو خود قبضہ فرما لیا۔ اور صوبوں میں صوبائی وزیر اعظم صوبہ لیگیوں کی صدارت پر قابض ہو جائیں گے۔ اور دوسری جماعتوں کے متعلق ان کا ارشاد یہ ہے کہ انہیں کچل دینا چاہیئے بلکہ وہ اپنے مخالفوں کو منافق۔ غدار اور کتے کے خطابات عنایت فرماتے ہیں۔ یہ راہ سیدھی ڈکٹیٹرشپ کی طرف نہیں جاتی تو اور کدھر جاتی ہے؟ اور یہ حقیقت کس سے مخفی ہے کہ جو راستہ

ڈکٹیٹر شپ کی طرف جاتا ہے۔ اس کی اصل منزل تباہی ہے۔"

روزنامہ نوائے وقت لاہور ـــــ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۵۰ء

مُسلم لیگ ـــــ ایک سرکاری محکمہ

آخر نصیب اپنا گل میکدہ ہوئی
پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

پاکستان مسلم لیگ کا اجلاس نہائیت اہم تھا، یا بالفاظ صحیح یہ آخری اجلاس تھا۔ کیونکہ مسلم لیگ عمومی حیثیت کھو بیٹھی تھی۔ اور ایک سرکاری محکمہ بنکر رہ گئی تھی۔ جن لوگوں کا حکومت پر قبضہ ہے وہی مسلم لیگ پر مُسلّط ہو گئے ہیں۔ رہے ہمارے عوامی نمائندے تو ان کے ضمیر مر چکے ہیں۔ جس طاقت کے اشارے پر وہ چوہدری خلیق الزماں کی حمائیت کرتے تھے، اسی کے ایما پر چوہدری صاحب سے آنکھیں پھیر لیں اور مُسلم لیگ کے آئین میں ایسی ترمیم کرائی جس سے وزیر بھی مسلم لیگ کے عہدہ داروں میں شامل ہونے کے قابل ہو سکیں۔ اُس طرح

ڈاکٹر لیاقت علی خان مُسلم لیگ کے صدر چُنے گئے۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ مُلک اور عمومی مفاد کے لئے سازگار نہیں۔ اِس مسئلے پر تو ہم گفتگو کر چکے ہیں۔ کہ وزیر اعظم مسلم لیگ کے صدر بنا دیئے گئے۔ تو حکومت کے لئے کوئی قوت محاسبہ نہ رہے گی مسلم لیگ میں حکومت اور حکومت میں مُسلم لیگ والا معاملہ ہوگا حکومت جو چاہے کرے اِس سے باز پُرس کون کرے گا؟ جو حکومت کا رئیس اعظم ہے۔ وہی مسلم لیگ کا صدر ہے۔ اس کے بعد مسلم لیگ اگر حکومت پر کوئی اعتراض کرے تو یہی سمجھا جائے گا کہ اپنے آپ کا مواخذہ کیا جا رہا ہے۔ اور ایسی جرأت تقاضائے بشریت کے خِلاف ہے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ہماری آواز مقبولیت کے کانوں سے نہیں سُنی گئی۔ ورنہ وزیر اعظم کو صدر بننے کی تکلیف نہ دی جاتی۔ اِس سلسلے میں یہ سوچا نہ گیا کہ وزیر اعظم کی صدارت سے کسی دوسری جماعت کی ضرورت خود بخود پیدا ہو جائے گی۔ عوام جب دیکھیں گے کہ مسلم لیگ بھی حکومت کا ایک محکمہ بنکر رہ گئی۔ تو وہ کسی عوامی جماعت

کی ضرورت محسوس کرینگے۔ اور یہ سوچنے میں حق بجانب ہوں گے کہ مسلم لیگ کو کس طرح شکست دی جائے۔ لیگ کے وزیر اعظم کی کنیز بن جانے پر اور عوامی جماعت کے لئے گنجائش کیوں نہ پیدا ہو۔ مسلم لیگ کے گلے پر بُری طرح چھُری پھیر دی گئی ہے قومی تنظیم مجروح کی گئی۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان جانتے ہیں، مسلم لیگ کے صدر کی کیا گت بنتی رہی ہے۔ اگر ان سے بھی ایسا برتاؤ کیا گیا تو ڈاکٹر صاحب اپنی صدارت کی حفاظت کے لئے پبلک سیفٹی آرڈی نینس کا استعمال کریں گے۔ اگر نہیں تو صدارت کے ساتھ وزارت کو بھی کانٹوں میں گھسیٹا جائے گا۔ اور اس طرح پاکستان کے وقار اور اقتدار کو وہ صدمہ پہنچے گا جس کا تصور بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ شاید ڈاکٹر لیاقت علی خان کو یہ کہنا پڑے ؎

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی

("زمیندار" لاہور — ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۵۰ء)

اب خُدا ہی ہم پر رحم کرے!

"بُنیادی اصولوں کی رپورٹ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے مشہور رہنما سید انور کرمانی نے کہا:- "تعجب ہے کہ جمہوریت کے اِس دور میں پاکستان کے اربابِ اقتدار بدترین قسم کی فسطائیت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اِن رپورٹوں سے پاکستان کے عوام کی خواہشات کی بدترین توہین ہوئی ہے جس کے نتیجے میں عوام میں خطرناک بددلی پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ عوام کو سخت اعتراض ہے کہ صدرِ مملکت اور مرکزی وزیرِ اعظم کو غیر محدود اختیارات دیئے گئے ہیں۔ عوام کو آزادیٔ تحریر و تقریر سے قطعی طور پر محروم کر دیا گیا ہے۔ جاگیرداروں کو یقین دلایا گیا ہے کہ پاکستان میں اِن کے مفاد کی ہر ممکن طریقے سے حفاظت کی جائے گی عدلیہ کے اختیارات کو افسوسناک حد تک محدود کر دیا گیا ہے۔ اِن رپورٹوں سے بدترین قسم کی آمریت کی بُو آتی ہے۔ اگر عوام نے اِس موقع پر متفقہ طور پر حکومت کی کوشش

کو ناکام نہ بنایا۔ تو پاکستان میں جمہوریت کا نام و نشان تک نہ رہے گا۔ اور پاکستان چند برسر اقتدار اصحاب کی ذاتی ملکیت بن کے رہ جائے گا جس میں عوام کی حیثیت بھیڑ بکریوں سے زیادہ نہ ہوگی۔ کیونکہ ارباب اقتدار اپنے اقتدار کی حفاظت کے لئے ہر وقت ہنگامی حالات اور ہنگامی قوانین کی آڑ لے سکتے ہیں۔ جاگیرداروں کے تحفظ کا مطلب یہ ہے کہ جاگیرداروں اور دیگر سرمایہ داروں کو عوام کا خون چوسنے کی کھلی چھٹی ہوگی اور کوئی شخص ان کے ظلم و ستم کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کر سکے گا۔ یہ دنیا بھر میں سب سے بڑی بے انصافی ہے کہ مظلوم عدلیہ کا دروازہ بھی نہ کھٹکھٹا سکے۔ ان حالات میں یہ صرف خدا ہی ہے جو پاکستانی عوام پر رحم کرے، ورنہ موجودہ ارباب اقتدار کے ہتھکنڈے تو انتہائی مایوس کن ہیں۔"

(نوائے وقت لاہور — ۷۔ اکتوبر ۱۹۵۰ء)

چند سری حکومت کا منصوبہ

"پاکستان کے اربابِ اقتدار اس مُلک میں جس قسم کا آئین نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے ملک کے طول و عرض میں مایوسی اور دل برداشتگی کی ایک لہر دوڑ گئی ہے، عام طور سے محسوس کیا جا رہا ہے کہ یہ تجاویز جمہوریت کے سراسر منافی ہیں۔ صدر مملکت کو غیر معمولی اختیارات سے نوازا گیا ہے۔ علاقہ وار یا صوبائی خود اختیاری کے اصول کو مجروح کیا گیا ہے۔ جس کا ردِ عمل مشرقی بنگال کے رہنماؤں کے بیانات سے ظاہر ہے۔ شہری حقوق ایک ہاتھ سے دیئے گئے ہیں اور دوسرے ہاتھ سے چھین لئے گئے ہیں۔ وزراء اور عمال حکومت کو من مانی کرنے کی کھلی چھٹی دی گئی ہے۔ اس مُلک میں چند سری حکومت قائم کرنے کا منصوبہ گانٹھا گیا ہے۔ یہ تمام چیزیں اسلام کی بُنیادی سپرٹ کو مجروح اور پامال کرتی ہیں۔ عوام یہ سوچ کر حیران ہیں کہ اتنی غیر اسلامی اور غیر جمہوری تجاویز پیش کرنے کی کیسے جرأت کی گئی؟"

(روزنامہ "امروز" لاہور - ۱۸- اکتوبر ۱۹۵۰ء)

شہری آزادیوں کا خون

"پاکستانی عوامی مسلم لیگ کے صدر مسٹر حسین شہید سہروردی نے پاک دستوریہ کی بنیادی حقوق کی رپورٹ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا" یہ رپورٹ پاکستان کے لئے، مسلمانوں کے لئے، اسلامی اصولوں کے لئے اور ہر اُس قوم کے لئے جو ترقی پسند ہے۔ آزادی سے محبت کرتی ہے۔ اور جمہوریت کو عزیز رکھتی ہے۔ باعثِ شرم ہے۔ اس کے تحت لوگوں کو شہری آزادیوں اور زندگی کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اُس نے پاکستان کو دُنیا بھر کی نظروں میں گرا دیا ہے۔ پاکستان میں سیاسی مصلحتوں کے پیشِ نظر لوگوں کو عدالت کے سامنے پیش کئے جانے کے حق سے محروم کیا جا رہا ہے۔ بہت سے لوگوں کو محض اس لئے جیل میں بند رکھا گیا ہے کہ وہ برسرِ اقتدار وزارت کے مخالف تھے۔ اِن باتوں کو کسی صورت میں بھی

حق بجانب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بُنیادی حقوق کی عارضی رپورٹ کو شہریوں کے بُنیادی حقوق کو غصب کرنے والی رپورٹ کہنا زیادہ بہتر ہوگا۔ اس میں گرفتاریوں کے سلسلے میں ہائی کورٹ کو مداخلت کے جو اختیارات دیئے گئے ہیں۔ وہ ایک فریب سے زیادہ اور کچھ نہیں، موجودہ دستور ساز اسمبلی جس میں وزیروں، نائب وزیروں، پارلیمنٹری سکریٹریوں، نامزد اراکین اور عہدے حاصل کرنے کے متلاشی لوگوں کی اکثریت ہے۔ عوام کی نمائندہ نہیں ہے۔ اور دستور کی تشکیل کے جیسے مشکل اور باعزت کام کے لئے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ بُنیادی حقوق کی رپورٹ موجودہ شکل میں فرسودہ اور بے کار ہے۔"

"امروز" لاہور ـــــ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۵۰ء

احمد ریاض

قراردادِ مقاصد

آج پھر مسکرا رہے ہو تم!
تیز خنجر چھپا کے دامن میں!
دے رہے ہو نویدِ موسمِ گل
بھیج کر خود خزاں کو گلشن میں
اپنی تاریخ کی بقا کے لئے
آگ سلگا رہے ہو خرمن میں
آج پھر تم دکھانے آئے ہو
اِک مکمل حیات کی تصویر
آج پھر سونپنے کو اُٹھے ہو
اک حسین کائنات کی تقدیر
آج پھر بڑھتی شورشوں کے لئے
لائے ہو معجزات کی زنجیر

اور کل بھی تمہارے ہم منصب
ایسے دیپک جلا کے لائے تھے
اپنے اپنے نفیس دامن میں
چاند تارے سجا کے لائے تھے
اپنے اپنے وقار کی خاطر
سینکڑوں بُت بنا کے لائے تھے
بُت تراشے گئے مقدّس بُت
زیست کی مستقل غلامی کے
نقش ڈالے گئے حریری نقش
آدمیّت کی ناتمامی کے
گیت گائے گئے رسیلے گیت
پیاس کے اور تشنہ کامی کے
کبھی سرداریوں کی زد میں حیات
کچھ قبیلوں میں ہو گئی تقسیم
کبھی پڑھ کر ملوکیت کا درُود

جھک گئی لے کے جذبۂ تعظیم
کبھی جاگیرداریوں کا فریب
کھا گئی بر سبیل جہل عظیم
کبھی اُبھرا نظامِ زرداری
نسل اور رنگ کے دُھندلکوں میں
کبھی جمہوریت نے رقص کیا
اعتقادات کے محلکوں میں
کبھی مذہب نے رہنمائی کی
ذہن اور دِل کے تنگ حلقوں میں
تاجرانہ ضرورتوں کے عِوض
آدمی تُل گیا ترازو میں!
اقتدارانہ جنگ کے ہاتھوں
زندگی بٹ گئی من و تو میں
ہر بغاوت کی گونج ڈوب گئی
وقت کے سرد سرد پہلو میں

اور تم ہو کہ آج پھر اُٹھے
تیز خنجر چھپا کے دامن میں!
دینے آئے ہو پھر نوید بہار
بھیج کر خود خزاں کو گلشن میں
کہنہ تاریخ کی بقا کے لئے
آگ سُلگا رہے ہو خرمن میں
اب کہ جب اک عہد مستقبل
اپنے بازو بڑھا چکا ہم تک
اب کہ جب کاروانِ فہم و شعور
پھول بکھراتا آ چکا ہم تک
اب کہ جب یہ جلوس علم و ہنر
نئے آدم کو لا چکا ہم تک
اب کہ جب وقت کی ہر اک کروٹ
زیست کا اہتمام کر بھی چکی
اب کہ جب زندگی کے چہرے سے

K. P. SABHA AMBPHALLA
LIBRARY
No
Date
JAMMU

گنگ صدیوں کی گرد اُتر بھی چکی
اب کہ جب رینگتے زمانوں کی
کہنگی اپنی موت مر بھی چکی

اب کہ جب خامکار ذہنوں میں
ڈھل چکی ہے شعور کی جوالا
اب کہ جب جدوجہد پیہم سے
رِس چکا ہے جمود کا چھالا

اب کہ جب مرگ ساز ہاتھوں نے
دامِ ظلمات چاک کر ڈالا

اب تمہاری قرار دادِ حیات
زیست کو مات دے نہیں سکتی
اب تمہاری یہ ساحِل آرائی!
کوئی کشتی بھی کھے نہیں سکتی
اب تمہاری ہوس کی گہنائی
اِک سنبھالا بھی لے نہیں سکتی

عوام کی آزادی پر چھاپہ

کتنی افسوسناک بات ہے کہ سردار شوکت حیات خان پارلیمنٹ میں پبلک سیفٹی آرڈی نینس اور پنجاب کے سیلابوں کے سلسلے میں پارلیمنٹ میں فوری بحث کرانے میں ناکامیاب رہے۔ حالانکہ یہ تحریکیں عوام کے نظریہ سے از حد اہم تھیں۔ مسٹر لیاقت علی خان نے ان تحاریک التوا کی سخت مخالفت کی۔ اور پریذیڈنٹ نے انہیں فوراً مسترد کر دیا۔ کتنی حیرت انگیز بات ہے۔ کہ حکومتِ پاکستان پبلک سیفٹی آرڈی نینس کی زندگی میں اضافے اور پنجاب میں سیلابوں کی تباہ کاری پر ہاؤس کو اپنے جذبات کا اظہار کرنے سے روک دے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وزیر اعظم اور اس کی حکومت پاکستانی عوام کی آزادی پر چھاپہ مارنے، ان کے بنیادی شہری حقوق چھیننے اور ان کی دیگر مصیبتوں پر علی الاعلان اپنی

پالیسی کو صحیح ثابت کرنے کے قابل نہیں۔ ان کے پاس سیلاب کے مُصیبت زدگان کو ضروری اِمداد دینے کے لئے تجاویز یا تو ہیں ہی نہیں، یا بہت کم ہیں۔ جہاں تک ہنگامی قوانین کا تعلق ہے۔ حکومت جانتی ہے کہ اہلِ پاکستان اور تمام پاکستانی اخبارات اس کے خِلاف ہیں۔ اگر حکومت کو عوام کی آواز کی پرواہ نہیں تو بھی ضروری ہے وہ بتلائے، کیوں اِسے اپنی انتظامیہ مشینری، ہنگامی قوانین اور خوفناک ہتھیاروں سے سرتاپا مُسلح کرنے کی ضرورت پڑی۔ مرکزی حکومت کا پنجاب کے سیلابوں کی تباہ کاری پر بحث کرنے سے اِنکار تو اور بھی افسوسناک ہے۔ چاہئے تو یہ تھا، وزیراعظم اِس کو خوش آمدید کہتے۔ اور اہلِ پنجاب کو پتہ چلتا حکومت اِن کی مُصیبتوں کو دُور کرنے کے لئے کیا کچھ اقدام کرنے کا اِرادہ رکھتی ہے کیونکہ پنجاب کے ذرائع اس تباہی و بربادی اور لاکھوں مُصیبت زدگاں کی آبادکاری کے لئے قطعاً غیر تسلی بخش

ہیں۔ مگر ایسا نہ ہوا، بارشوں، سیلابوں اور طوفانوں نے عوام کو ناقابلِ بیان نقصان پہنچایا ہے۔ لاکھوں لوگ بے خانماں ہو گئے، اِن کا سرمایۂ حیات اُجڑ گیا، اُدھر فصل کا اگلا موسم سر پہ آنے کو ہے، اگر کِسانوں کی بگڑی بنانے کی طرف فوری توجہ نہ دی گئی تو اگلی فصلیں تباہ ہو جائیں گی، اور اس کے نتائج خطرناک۔

"پاکستان ٹائمز" لاہور —

مورخہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۵۰ء

سازشی اور ابن الوقت اربابِ زر کا اکھاڑہ

"پاکستان کے قیام کے بعد بجائے اِس کے کہ مسلم لیگ حکومتِ وقت کی پالیسی کی جانچ پڑتال اور طریق کار کی نگرانی کرتی، اس نے اپنے آپ کو اُس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا، اور اربابِ حکومت نے اِس کے

قول و فعل پر قابو پالیا۔ مسلم لیگ کا کام صرف حکومتِ وقت اور اربابِ اختیار کے سیاسی کاموں پر مہر لگانا۔ اِن کی ہر طرح ہاں میں ہاں ملانا رہ گیا۔ خواہ عام پاکستانی مسلمان، حکومت اور اربابِ حکومت کے طرزِ عمل سے کتنے ہی نالاں کیوں نہ ہو۔ بہر حال ظاہر اطور پر مُسلم لیگ کا وجُود حکومت اور حکومت کے ارکان سے جُداگانہ اور آزادانہ تھا۔ اور یہ رسمی طور پر حکومت کے طرزِ عمل پر نکتہ چینی اور اِس کی مذمت کرنے اور حکومت کو وہ ڈگر چھوڑنے کے لئے کہہ سکتی تھی۔ جس سے عوام متنفر ہوں۔ وزیرِ اعظم پاکستان کے مسلم لیگ کا صدر بن جانے کے بعد یہ چیز بھی ختم ہو گئی، اور مُسلم لیگ کی سرکاری حلقوں کی اِطاعت مسلمہ امر بن کے رہ گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ حکومت کا تمام تر اختیارات کو چند اَنے گنے ہاتھوں میں سونپ دینے کا طریقہ مُستقل بن جائے

ظاہر ہے کہ جلد ہی صوبائی وزیر اعظم بھی صوبائی مسلم لیگیوں کے صدر بن جائیں۔ اور صوبے کی سرکاری اور غیر سرکاری سیاسی اور غیر سیاسی طاقت کو اپنے پنجوں میں لے لیں۔ آج کل لوگ حکومت کے خلاف اپنی شکائتیں اور تکلیفیں مسلم لیگ تک پہنچا تو سکتے ہیں۔ خواہ رسمی طور پر نئے طریق کار سے لوگوں کا یہ حق بھی چھن جائے گا۔ اور حکومت جو بھی کچھ کرے گی مسلم لیگی نظریے سے صحیح تسلیم کیا جائے گا۔ مسلم لیگ، حکومت اور ارباب اختیار کے کسی بھی طریق کار پر نکتہ چینی نہ کر سکے گی۔ اور عوام کے دکھوں کا کبھی بھی مداوا نہ ڈھونڈا جا سکے گا۔ مرکزی اور صوبائی وزیر اعظموں کے مسلم لیگ کے عہدے سنبھالنے کے بعد یقیناً پاکستانی عوام کی آزادیٔ تحریر و تقریر کو اور بھی قابو کر لیا جائے گا۔ اور جائز نکتہ چینی تک کو اور سختی سے دبا دیا جائیگا

آج کل بھی اگر کوئی مسلم لیگی عوام کے جذبات کی ترجمانی کی کوشش میں، کسی سرکاری افسر پر نکتہ چینی کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ نئی تبدیلی کے بعد تو یہ اور بھی ناممکن ہو جائے گا۔ کیونکہ مسلم لیگ کا اپنا کوئی اصول، اپنا کوئی طریق عمل ہی نہ ہوگا۔ اور اسے حکومت سے گٹھ جوڑ کرنے کے بعد عوام سے ناطہ قائم کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی جن وجوہات نے مُسلم لیگ کو موجُودہ تباہی تک پہنچایا ہے۔ وہ زندہ رہیں گی۔ اور اس کی کبھی بھی اِصلاح نہ ہو سکے گی۔ اب مسلم لیگ قطعاً عوامی جماعت نہیں رہی۔ سیاسی طور پر اِس کا کوئی وجُود نہیں۔ یہ صرف اقتدار حاصل کرنے کا ذریعہ رہ گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سازشی اور اِبن الوقت اربابِ زر نے اپنے اپنے مفاد کے حصول کی تگ و دو میں عوام کی سیاسی تکالیف کو قطعاً نظر انداز کئے

رکھا۔ نئی تبدیلی کے بعد طاقت کے حصول کے لئے جھگڑے اور بڑھ جائیں گے۔ اور سازشیں ہوں گی۔ اور فتنے اُٹھیں گے۔ اور مسلم لیگ کی ہر برانچ خود غرضی اور فتنے فسادوں کی آماجگاہ بن جائے گی نئی تبدیلی سے مُسلم لیگ اور پاکستان کی سیاست کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ اِس سے مسلم لیگ مکمل طور پر اربابِ اختیار کی جماعت بن جائے گی۔"

"پاکستان ٹائمز" لاہور —

مورخہ ۴۔ اکتوبر ۱۹۵۰ء

حسن طاہر راولپنڈی

تحفظ

(قانونِ تحفظِ "عامہ" کے نام)

امن جمہوریت آزادی کی خواہش مجھکو
تنگ و تاریک حوالات میں لے آئی ہے
ظلم عیسیٰؑ کو بھی سولی پہ چڑھا دیتا ہے
جہل منصور کو کہتا ہے یہ سودائی ہے

جب سے طبقات میں تقسیم ہوئی ہے دُنیا
تب سے یہ ظلم کے انداز چلے آتے ہیں
پھر بھی ہاتھوں میں لئے مشعلِ مستقبل زیست
ہر نئے دَور کے جانباز بڑھے جاتے ہیں

جب بھی تاریخ نئے موڑ کی جانب لپکی
چور ہوتے گئے طبقات کے رنگین زجاج
زیر دستوں نے زبردستوں سے جب ٹکر لی
وقت نے بڑھ کے دیا عظمتِ انساں کو خراج

آج اِک جنسِ پُر آشوب و فرومایہ نے
اِک زمانے کو خریدار بنا رکھا ہے!
چند لوگوں نے چمکتے ہوئے سکّوں کے طفیل
عرصۂ دہر کو بازار بنا رکھا ہے

آج سرمایے کی لعنت کو مٹانے کے لئے
قوم مزدُور بصد عزمِ جواں اُٹھی ہے
کارخانوں سے، گلی کوچوں سے، کھلیانوں سے
زندگی تیغ بکف شعلہ فشاں اُٹھی ہے

اَن گنت صدیوں نے اِس دن کی گواہی دی تھی
جاگ اُٹھے ہیں ستائے ہوئے ملکوں کے غلام
صُبح پیکن نے مجھے اس کی بشارت دی ہے
جھانے والی ہے محلاتِ زر و سیم پہ شام

آج لاہور کے مزدُور ہزارے کے کسان
لے کے ہاتھوں میں بغاوت کے علم اُٹھے ہیں
رعب سے ایٹم و ڈالر کے نہیں رُک سکتے
منزلِ شوق کی جانب جو قدم اُٹھے

اپنے آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر تم کو
ایک میں کیا ہوں ہزاروں کو جکڑنا ہوگا
چند روز اور ابھی اپنا تحفظ کر لو
تمہیں جمہور کے سیلاب سے لڑنا ہوگا

کیا ہم اسی سلوک کے مستحق ہیں؟

شروع سے ہی میرے خاندان اور میں نے پاکستان کو اپنا وطن بنایا۔ حالانکہ میرے لاتعداد دوست اور رشتہ دار ہندوستان کو ہجرت کر گئے۔ ہماری کراچی میں خاصی جائداد ہے۔ اگرچہ ہمیں پاکستانی ہونے کا سارٹیفکیٹ مل چکا ہے۔ پھر بھی ہمارے بہت سے کرایہ دار ہمیں کرایہ وغیرہ نہیں دیتے کرایہ نہ دینے کے لئے انہوں نے ایک منظم جماعت سی بنائی ہے۔ اور ہمیں تنگ کرنے کے لئے طرح طرح کی سازشیں کرتے ہیں۔ انہیں قانون کا کوئی احساس نہیں۔ اور وہ ہم لوگوں اور ہمارے ایجنٹوں پر قاتلانہ حملے کرنے کے لئے اکثر بار آتے اور ابھی تک اس سلسلے میں اپنی کوشش جاری کئے ہوئے ہیں۔ ہمیں ان سے اکثر ننگی اور گھناؤنی گالیاں سننی پڑتی ہیں۔ اور عدالتوں کی مدد کے باوجود ہمیں کرایہ وغیرہ نہیں ملتا ایک طرف تو ہمیں حکومت کو بے شمار ٹیکس دینے پڑتے ہیں۔ دوسری طرف اس

اس غنڈہ گردی نے ہمارا ذریعہ معاش بند کر دیا ہے۔ کیا جن لوگوں نے پاکستان کو اپنا وطن سمجھا۔ وہ اسی سلوک کے مستحق ہیں؟ -

بیان کے پرمانند آر ایف (شایع شدہ ڈان کراچی۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۰ء)

مفاد عامہ کے نام پر عوام دشمنی

"پاکستان کے پریس کی ایک بہت بڑی اکثریت اور عوامی جماعتوں نے دستوری کمیٹیوں کی سفارشات کو پاکستانی عوام کے مفادات کے خلاف قرار دیا ہے۔ پاکستان کے ارباب اقتدار متواتر تین سال سے شہری آزادی اور سیاسی آزادی کو کچلتے چلے آرہے ہیں۔ انہوں نے "ایمرجنسی" کے نام پر ملک میں متوازن اور صحت مند نکتہ چینی اور تنقید کو دبایا۔ انہوں نے حتی الامکان کوشش کی کہ کوئی ایسی جماعت عوام میں کام نہ کر سکے جو ان سے اختلاف کرتی ہو۔ انہوں نے قومی اخبارات کا برابر سیفٹی ایکٹ کے ذریعے گلا گھونٹا حالانکہ انگریزی دور میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کوئی اخبار سیفٹی ایکٹ

کے ذریعے بند کیا گیا ہو۔ انہوں نے مقتدر سیاسی لیڈروں کو بے قصور جیلوں میں بند رکھا۔ یہ سب کام انہوں نے "مفاد عامہ" کے نام پر کیا۔ حالانکہ یہ خود عوام کے مفاد کو پامال کرتے رہے۔ اور کسی نے جب اس پر ٹوکا تو اسکو عوامی مفاد کے تحفظ کے نام پر جیل بھیجدیا۔ پاکستان میں "غیر معمولی حالات" کا اعلان کر کے "سیفٹی لاز" کے لئے وجہ جواز پیدا کیا گیا اور پورے پاکستان کو اُن لوگوں کے لئے قید خانہ بنا دیا گیا جو اپنے ضمیر کو ارباب اقتدار کے ہاتھوں فروخت کرنے کے لئے تیار نہیں تھے"۔ اب ہم یہ دیکھکر حیران رہ گئے کہ پاکستان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قید خانہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ملک کے لئے ایسا دستور تیار کیا جا رہا ہے جس میں نہ صرف سیاسی جماعتوں کی آزادی، شہریوں کی آزادی بلکہ ملک کے صوبوں کی آزادی بھی سلب کی جا رہی ہے۔ اور یہ صرف اس لئے کیا جا رہا ہے کہ پاکستان میں ایک مخصوص گروہ کی حکومت تا زندگی باقی رہے۔ اور نہ صرف اس گروہ کی بلکہ اسکے بیٹوں اور پوتوں

کی بھی یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ ایک دستوری دھاندلی کے ذریعے اپنے اقتدار کا تحفظ کرنا چاہتے ہیں۔ غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا ایک آزاد ملک کے دستور کی تدوین یہ فرض کر کے کی جاتی ہے کہ اس ملک میں حالات کبھی سازگار ہونگے ہی نہیں۔

(روزنامہ تسنیم لاہور۔ ۷ اکتوبر ۱۹۵۰ء)

نام اسلام کا خاکہ لادینی

"ہم پہلے ہی دستور ساز اسمبلی کی ہیئت ترکیبی کو، اسکے ارکان کی سیرتوں کو۔ اسکی پچھلی کاروائیوں کو دیکھ کر یہ رائے قائم کر چکے تھے کہ یہ اسمبلی نہ ایک اسلامی دستور بنانے کی اہل ہے اور نہ ایک جمہوری دستور بلکہ ہمارے نزدیک تو اسلام اور ملک کے اجتماعی مفاد کے ساتھ اس اسمبلی کی وفاداری تک مشتبہ تھی۔ ہم اسے ایک مخصوص برسر اقتدار طبقہ کی اغراض کا آلہ کار سمجھتے تھے۔ قرارداد مقاصد محض مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے پاس کی گئی تھی۔ مجوزہ دستور کی پوری عمارت

دغابازی اور گندم نمائی و جو فروشی پر تعمیر ہوئی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے یہ دستوری تجاویز محض صفر ہی نہیں بلکہ منفی نوعیت کی ہیں۔ ان میں اسلامی آئین کے بنیادی اصولوں کی صریح خلاف ورزی کی گئی ہے۔ جہاں تک جمہوریت کا تعلق ہے۔ ملک کے اندر اور باہر شب و روز جمہوریت کا ڈھول پیٹنے والوں نے اسکو اسی چھری سے ذبح کیا ہے۔ دستور ساز تجاویز میں حکومت کو زیادہ سے زیادہ اختیارات دیکر زیادہ سے زیادہ تحفظات بہم پہنچائے گئے ہیں اور پبلک کو زیادہ سے زیادہ بے بس کر کے اس کے قبضۂ قدرت میں چھوڑ دیا ہے۔ ارباب حکومت چاہتے ہیں جس طرح عوام پہلے برطانیہ کے غلام تھے اب ان کے غلام بن کر رہیں۔ یہ بدترین غداری ہے جس کا ان لوگوں نے ارادہ کیا ہے اور ان کی بے شرمی قابل داد ہے۔ کہ انہوں نے دنیا کے سامنے علی الاعلان اپنے اس ارادے کو ظاہر کیا ہے۔ ان سفارشات کی یہ ایک عجیب خصوصیت ہے کہ نام اسلام کا ہے مگر دستوری خاکہ پورا کا پورا لادینی۔ نام

جمہوریت کا ہے مگر سارا نقشہ خالص آمریت کا۔

(بیان مولینا مودودی۔ روزنامہ تسنیم لاہور ۱۹۵۰ء)

مہاجرین کی بے بسی

"جب اصل کراچی کی آبادیاں ختم ہوتی ہیں۔ اور انسان آگے بڑھتا ہے تو وہ ہوا سے غلاظت۔ ہلاکت۔ تباہی۔ بے بسی اور افلاس کی ایسی بُو سونگھتا ہے کہ اسکی روح تک لرز کر رہ جاتی ہے۔ جوں جوں وہ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے، ہوا کا تعفن۔ ماحول کی بھیانک نوعیت اور فضا کی ہولناکی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور جب وہ مہاجرین کی نو آباد بستیوں میں داخل ہوتا ہے۔ تو محسوس کرتا ہے کہ گویا قبرستان میں کھڑا ہے۔ ہم نے ان بستیوں کو قبرستان قرار دیا کیونکہ بلاشبہ وہ قبرستان ہیں۔ ایسا قبرستان، جہاں زندگی ایک متعفن کیڑے کی طرح رینگتی نظر آتی ہے۔ یہاں جو مہاجرین منتقل کئے گئے ہیں۔ وہ زندگی کی ہر سہولیت اور آسانی سے محروم ہیں۔ اور وہ اس

سرد موسم میں روحانی اور جسمانی عذاب کی ایسی تکلیف دہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جس کا مقابلہ عذاب قبر ہی سے کیا جا سکتا ہے۔ حکومت نے جب کہ ان ہزاروں مہاجرین کو بجز میدان میں آسمان کے نیچے ڈال دیا ہے۔ تو ضرورت ہے کہ ان بدنصیب انسانوں کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کی فوری کوشش کی جائے۔ ان بدنصیب آشفتہ حال مہاجرین کو پانی تک میسر نہیں ہوتا۔ ساری آبادی میں جو دو ایک نل ہیں ان میں بہت ہی کم پانی آتا ہے۔ پھر ان غریبوں اور بے بسوں میں کافی تعداد بیوہ اور بے آسرا خواتین کی بھی ہے۔ جو فاقہ کشی کے لرزا دینے والے مصائب کا شکار ہیں۔ ان بستیوں میں۔ زندگی کے ان مہیب قبرستانوں میں بے کار مستریوں اور بے روزگار دستکاروں کی بھی کافی بڑی تعداد ہے۔ وہ کام جانتے ہیں مگر ان کو کام میسر نہیں کیا جاتا"

روزنامہ جنگ کراچی - ۹ نومبر ۱۹۵۰ء

پنبہ کجا کجا نہم

پاکستان میں آج جہاں سیاسی مسائل پر توجہ دی جا رہی ہے وہاں معاشرتی اور عوامی زندگی سے تعلق رکھنے والے دیگر اہم مسائل محروم الالتفات ہیں۔ یہ دیکھنے میں آ رہا ہے۔ کہ تعلیم کے ناقص انتظامات۔ حفظانِ صحت کی طرف سے بے توجہی۔ جیلوں کی ناگفتہ بہ حالت، عدالتی نظام کی خرابیاں ہسپتالوں کی کمی اور مریضوں کی مشکلات۔ ملازمتوں کے سلسلے میں اقربا پروری، پولیس کا عوام کے ساتھ جابرانہ اور شرمناک برتاؤ، لوکل باڈیز اور کارپوریشن کے نظم و نسق کی بدعنوانیاں ہمارے معاشرہ کو گھن لگا رہی ہیں۔ اور ارباب حل و عقد یہ محسوس نہیں کرتے کہ قومی زندگی پر ان کا کس قدر تباہ کن اثر پڑ رہا ہے۔ آج کراچی اور سندھ میں لاکھوں لوگ اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کے لئے بے چین ہیں۔ لیکن اسکولوں کی کمی یا تعلیمی اخراجات کی گرانی کی وجہ سے وہ ایسا

نہیں کر سکتے۔ کراچی میں تو تعلیم کے سلسلہ میں بلیک مارکیٹ جاری ہے۔ اور سندھ میں سکولوں کا قحط۔ یہ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ حکومتِ سندھ نے تعلیم بالغاں کے لئے جو سکیم بنائی تھی وہ ایک ایسا خواب بن کر رہ گئی جو شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکا۔ اور اب وہ سکیم سرے سے ہی ختم کی جا رہی ہے۔ حالانکہ تعلیم کے بغیر کوئی قوم۔ زندہ قوم نہیں بن سکتی۔ جیلوں کی حالت کا جہاں تک تعلق ہے۔ یہ شکایت عام ہے کہ وہاں مجرموں کی اصلاح تو درکنار۔ ان کی ذہنیت اور بھی زیادہ خراب کر دی جاتی ہے۔ اور ان کے ساتھ جانوروں جیسا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ ان کی خودداری ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ جیل سے نکلتے ہی سماج کے لیے خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔ مجرموں کو جیل میں رکھنے کا مقصد ان کی ذہنیت کو اور خراب کرنا نہیں ہوتا۔ بلکہ انکی اصلاح ہوتا ہے۔ پھر حفظانِ صحت کا مسئلہ عوام کے لئے انتہائی پریشان کن اور تشویشناک بن چکا ہے۔ کراچی میں آج کل غریب

آدمیوں کے لئے طبی امداد حاصل کرنا انتہائی مشکل ہے۔ ہسپتالوں میں غریبوں کو جگہ نہیں ملتی اور اگر کہیں ان کا علاج ہو بھی جاتا ہے تو نہایت بے توجہی کے ساتھ۔ کراچی میں بڑے بڑے ہسپتالوں تک کا انتظام ناقص ہے۔ یہی حال دوسرے شہروں میں ہے اور دیہات کا حال تو ناقابل بیان ہے۔ اور مختلف امراض کی وجہ سے ملک میں شرح اموات میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ہسپتالوں میں مختلف آلات اور ادویہ کی بہت کمی ہے۔ عدالتوں کی حالت یہ ہے۔ کہ وہاں کئی کئی سال تک مقدمات پڑے رہتے ہیں اور عوام کو سخت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور عدالتوں کے عملہ کی صلاحیت، کارکردگی بھی انتہائی ناقص ہے۔ رہیں لوکل باڈیز۔ وہاں بدعنوانیاں عام ہیں۔ پھر رشوت خوری اور اقربا پروری کی وجہ سے بھی معاشرہ پر بہت برا اثر پڑتا ہے اس سلسلے میں سپیشل پولیس بھی کامیاب نہیں ہو سکی اور بڑے بڑے افسروں کی رشوت خوری کا قلع قمع نہیں ہو سکا۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ خود پولیس کے جابرانہ برتاؤ کی وجہ سے عوام کو سخت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

"روزنامہ "انجام" کراچی۔ ۸ نومبر ۱۹۵۰ء"

اہل علم کی بے قدری

ہمارے صوبے کے کالجوں کے لیکچراروں میں جو تشویش اور بے چینی پھیل رہی ہے۔ وہ ہے تو افسوسناک۔ مگر بالکل حق بجانب۔ ان لوگوں کو موجودہ بدحالی کے دور میں جو تنخواہیں دی جارہی ہیں وہ انسانی نکتہ نظر سے نہایت ذلیل اور شرمناک ہیں۔ اگر جیسا کہ ان لوگوں نے فیصلہ کیا ہے۔ صوبے میں ہڑتال ہوگئی تو یہ صرف ہمارے صوبے میں ہی نہیں بلکہ تعلیمی دنیا اور تعلیم کی تاریخ میں ایک نئی اور غیر معمولی بات ہوگی اگر کالجوں کے لیکچراروں جیسا امن پسند طبقہ احتجاج کرنے پر مجبور ہو جائے۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہماری اقتصادی حالت سخت اندوہ ناک ہوگئی ہے۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں

کہ ان لوگوں کی مانگیں ہر طرح سے حق بجانب ہیں۔ میں گورنر پنجاب سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ ان مصیبت زدوں کی حالتِ زار کی طرف توجہ دیں۔ ورنہ تعلیمی دنیا کو وہ نقصان پہنچیگا جسے پورا کیا جانا کسی کے بھی بس کا روگ نہیں"۔

(محمد اقبال سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور ۱۶ نومبر ۱۹۵۱ء)

پانی گران انسان ارزان

"کراچی کے پاس "لالو کھیت گولی مار" میں اس وقت تقریباً ۶ ہزار انسان زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ یہ ۶ ہزار افراد تقریباً ۱۳ سو خاندانوں پر مشتمل ہیں جنمیں سے تقریباً ایک ہزار خاندان بے روزگار ہیں۔ ان بے روزگاروں کو پینے کا پانی حاصل کرنے کے لیے بڑی جان توڑ کوشش کرنی پڑتی ہے۔ گذشتہ دنوں سے بیواؤں، فاقہ کشوں، یتیموں اور بیماروں کی یہ بستی کربلا بنی ہوئی

ہے۔ آج سہ پہر تک بھی نلوں کی وہ ٹوٹیاں خاموش تھیں جو برسوں تک صبح و شام صرف دو گھنٹے کے لیے چند آنسو بہایا کرتی تھیں۔ امروز کے نامہ نگار کو ۶ ہزار زندہ نعشوں کی اس بستی میں جا کر معلوم ہوا کہ اسوقت کم از کم چالیس حاملہ عورتیں ہیں جن کی زندگی بے سروسامانی کی وجہ سے خطرے میں ہے۔ ۹۰ ایسی بیوہ عورتیں ہیں جو فاقہ کشی سے دم توڑ رہی ہیں۔ انجمن تنظیم المسلمین کے ترجمان کے بیان کے مطابق صرف گذشتہ تین دنوں میں یہاں سولہ بچے نمونیا سے فوت ہوئے۔ اس وقت بھی تیس (۳۰) مرد۔ عورت بڑھے اور بچے نمونیہ اور ملیریا میں مبتلا ہیں۔ پیاس۔ فاقہ کشی۔ عریانی۔ اور بیماری کے ساتھ ساتھ گندگی اور بدبو بھی ان چھ ہزار انسانوں کے حصے میں آئی ہے۔ گندگی کی بو سے ساری بستی دن رات "مہکتی" رہتی ہے۔

(روزنامہ "امروز" لاہور ۹ نومبر ۱۹۵۰ء)

تلخ تجربہ اور اس کے بعد

جب سے پاکستان قائم ہوا ہے۔ ہم اس امر پر زور دیتے آئے ہیں کہ مسلم لیگ اپنے رویہ پر نظر ثانی کرے۔ ہم نے سینکڑوں مرتبہ اپنے رہنماؤں سے اپیلیں کیں۔ کہ وہ اقتدار پرستی کو چھوڑ کر قوم پرستی کو اپنائیں۔ انہیں زیب نہیں دیتا کہ وہ اقتدار کے نشہ میں چور ہو کر قربانی دینے والی قوم سے کنارہ کشی اختیار کریں۔ ہم نے لکھا کہ قوم کو تمہاری چمکیلی موٹروں کی ضرورت نہیں۔ تمہارے بنگلے۔ تمہارے کارخانے۔ تمہارے مربعے۔ اور تمہاری جاگیریں تمہیں ہی مبارک ہوں۔ لیکن جس قوم نے تمہیں یہ سب کچھ دلایا اس کے لیے کم از کم اتنا تو کر دیجیے کہ وہ اطمینان کے ساتھ روکھی سوکھی روٹی سے اپنے بال بچوں کا پیٹ بھر سکے۔ ہم نے لکھا کہ قوم کو تمہارے ہزار ہا روپیہ کے سوٹوں کی ضرورت نہیں لیکن اسے کم از کم اس قابل تو کر دیا جائے۔ کہ وہ اپنی بہو بیٹیوں اور ماؤں بہنوں کی ستر پوشی کر سکے۔ لیکن

ہمیں انتہائی افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کہ
ان رہنماؤں نے قوم کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت محسوس
نہ کی۔ تین سالہ تلخ تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ نام نہاد
رہنما۔ قوم کی طرف سے یکسر غافل ہو چکے ہیں۔ آج قوم کے بچے
بھوکوں مر رہے ہیں۔ خواتین کو ستر ڈھانپنے کے لیے کپڑا
میسر نہیں۔ بے روزگاری نے نوجوانوں کو ہڈیوں کا ڈھانچہ
بنا دیا ہے۔ لیکن ہمارے رہنما ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ قوم
سے قربانیاں مانگنے والے خود قربانیاں دینے کو گناہ
کبیرہ سمجھتے ہیں۔ قوم ان کے لئے قربانیاں دیتی رہی۔ اور
یہ رہنما اسی قوم کو اپنے ذاتی مفاد پر قربان کر رہے ہیں۔ اور
یہ شرمناک پالیسی اس حد تک تجاوز کر چکی ہے۔ کہ اب
کوئی غریب پاکستانی اسے قبول نہیں کر سکتا۔ آج پاکستان
کا غریب طبقہ ان سرمایہ دار رہنماؤں۔ ان ممدوحوں۔ دولتانوں
اور افتخاروں پر یہ واضح کرنے کا تہیہ کر چکا ہے۔ کہ سرمایہ دار
غریب کا سب کچھ خرید سکتا ہے۔ لیکن غریب کی عزت اور

غیرت کو دنیا کی کوئی طاقت خرید نہیں سکتی اہل پاکستان کو چاہیے کہ وہ آیندہ انتخابات میں ایسے نمایندوں کو کامیاب کرائیں جو نواب، نواب زادے اور خان بہادر نہ ہوں۔ جو لندن اور واشنگٹن کو اپنا قبلہ و کعبہ نہ سمجھتے ہوں۔ جو غریب کی عزت اور غیرت کو چیلنج کرنے کی جرأت نہ رکھتے ہوں۔

روزنامہ جدید نظام لاہور۔ ۲۳ نومبر ۱۹۵۱ء

یہ ساری سکیمیں کس کام کی؟

اربابِ مقتدر سے یہ حقیقت ڈھکی چھپی نہیں کہ دوسری جنگ کے خاتمہ کے بعد کے اثرات تاحال قائم ہیں۔ کساد بازاری میں دن بہ دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ سکہ کی قیمت نہ گرانے سے اشیائے مصارف کی قیمتیں بڑھتی ہی جاری ہیں۔ موثر کنٹرول نہ ہونے اور قیمتوں پر عدم نگرانی کی وجہ سے چور بازار گرم رہتا ہے۔ اور روزمرہ کے استعمال کی معمولی اشیا تک بھی، جو غریب و امیر سب ہی کے استعمال میں آتی

ہیں۔ بازار میں ناقابل برداشت حد تک گران قیمت پر دستیاب ہوتی ہیں۔ اِن حالات میں غریب اور متوسط ملازم طبقہ کے لیئے اپنے اخراجات پورا کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔ اس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ نیم فاقہ کشی یا ناجائز ذرائع سے آمدنی کے وسایل کی تلاش۔ اور یہ دونوں ہی باتیں موجود ہیں۔ موجودہ زمانے میں تعلیم کی جو بھی اہمیت ہے وہ ظاہر و باہر ہے۔ مگر ملک میں آج تعلیم اتنی مہنگی ہو چکی ہے کہ یہ نعمت بھی صرف خوشحال طبقہ ہی کے حصے آسکتی ہے۔ اس طرح گرانی۔ نیم فاقہ کشی، رشوت ستانی اور جہالت ہمارے معاشرے میں جڑ پکڑتی جا رہی ہے۔ اور یہ بات ملک کے لیئے نیک فال نہیں۔ اساتذہ اور کالج کے لیکچراروں کا جو بھی حال ہے وہ اربابِ مقتدر سے پوشیدہ نہیں۔ اضلاع میں بعض مدرسین کی تنخواہیں چپراسیوں سے بھی کم ہیں۔ اور آج پاکستان میں اس شریف پیشہ کا یہ حال ہو گیا ہے۔ کہ صرف وہی لوگ اس طرف توجہ دیتے ہیں۔ جو در بدر کی ٹھوکریں کھانے کے

باوجود ناکام و نامراد رہتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے بڑی
بڑی سکیموں کا اعلان کیا جاتا ہے۔ خاص مقاصد کے لئے بڑی
بڑی تنخواہوں کے ساتھ نئی نئی اسامیاں تراشی جاتی ہیں۔
ہمارے لیڈروں اور عہدہ داروں کے وفود بیرونی ممالک جاکر
کروڑوں روپیہ پانی کی طرح صرف کر آتے ہیں لیکن جب
رعایا ہی بھوکی۔ جاہل اور غیر مطمئن ہو تو یہ ساری سکیمیں کس
کام کی؟ ان سکیموں سے زیادہ اس طرف توجہ دی جانی چاہیئے
پھر ملک میں عام کساد بازاری اور بڑھتی ہوئی گرانی کے پیش نظر
تجارتی فرموں۔ کارخانوں وغیرہ میں تو آئے دن ہڑتالیں اور
مظاہرے ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن سرکاری ملازمین جن پر بہت
سارے قیود عائد ہیں۔ ابھی تک صبر سے کام کئے جا رہے ہیں
لیکن تا بکے؟ لیکچرار اور مدرسین نے تو یوم مطالبات
منانے کے بعد علامتی ہڑتال کا بھی اعلان کر دیا ہے۔ اور اگر
وقت کی آواز نہ سنی گئی تو اس کا اندیشہ ہے کہ کہیں
سرکاری ملازمین کی بے چینی بھی رنگ نہ لائے۔ کیا پاکستان

کے اربابِ مقتدر ان تلخ حقائق کا جائزہ لیں گے؟

(نوائے وقت لاہور۔ ۲۶ نومبر ۱۹۵۰ء)

کام ذاتی۔ خرچ سرکاری

"بعض اخباروں میں یہ خبر شائع ہوئی ہے۔ کہ عزت مآب لیاقت علی خان صاحب جو آل پاکستان مسلم لیگ کے صدر بھی ہیں۔ اور مملکتِ خداداد پاکستان کے وزیر اعظم بھی۔ لندن سے واپسی پر جنوری میں لاہور تشریف لائیں گے۔ اور دو مہینے یہیں قیام فرمائیں گے۔ بیان کیا گیا ہے کہ مسٹر لیاقت علی خان کا یہ ورودِ مسعود پنجاب کے جنرل انتخابات کے سلسلہ میں ہے۔ اور کراچی چھوڑ کر لاہور نزول اجلال فرمانے کی غایت یہ ہے۔ کہ عزت مآب پنجاب میں مسلم لیگ کا پراپیگنڈا کریں گے۔ تاکہ اس پارٹی کو انتخابات میں کامیابی نصیب ہو۔ سوال یہ ہے۔ کہ عزت مآب کس حیثیت سے لاہور تشریف لا رہے ہیں۔ اگر تشریف آوری صدر کی حیثیت سے ہے۔ تو یہ دو مہینے انہیں وزارت عظمیٰ کے

فرائض سے از خود الگ ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ جو شخص پنجاب میں انتخابی مہم میں مصروف ہو۔ وہ وزیر اعظم کا کام نہیں کر سکتا۔ اور جب مسٹر لیاقت علی کام مسلم لیگ کا کریں گے۔ تو تنخواہ پبلک خزانہ سے کیوں حاصل کریں؟۔ یہ استدعا ناواجب نہیں۔ کہ ان دو مہینوں میں لیاقت علی صاحب کے مصارف مسلم لیگ کو برداشت کرنے چاہئیں۔ امید ہے کہ عزت مآب لیاقت علی خان جن کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ وہ پاکستان میں اسلامی نظامِ حکومت رائج کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیزؓ کا یہ واقعہ یاد رکھیں گے۔ کہ وہ رات کے وقت سرکاری شمع جلا کر سرکاری کام کر رہے تھے۔ کہ اہل خانہ میں سے کوئی آپ سے گھر کے کسی معاملہ میں مشورہ کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ تو امیر المومنین نے شمع بجھا دی۔ تاکہ سرکاری تیل ذاتی کام میں ضایع نہ ہو۔ امید ہے کہ مسٹر لیاقت علی سرکاری روپیہ سرکاری وقت اور سرکاری ذرائع کو اپنے ذاتی اور اپنی پارٹی کے کام پر ضائع نہیں کریں گے"

(نوائے وقت لاہور۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۵۰ء)

افکار و گفتار قانونی شکنجے میں

"کانفرنس نے ایک قرارداد میں مطالبہ کیا۔ کہ صوبائی سیفٹی قوانین اور مرکزی پبلک سیفٹی آرڈی ننس۔ فرنٹیر کرائمز ریگولیشن پریس کے ہنگامی اختیارات کا قانون۔ اور اس قسم کے دوسرے تشدد پسند اور غیر جمہوری قوانین کو فوراً منسوخ کر کے پاکستان کے شہریوں کو تحریر و تقریر و اجتماع کی پوری آزادی دی جائے۔

شہری آزادی کانفرنس نے ایک قرارداد میں مختلف صوبائی حکومتوں کے اس رجحان پر بھی تاسف کا اظہار کیا۔ کہ وہ افراد بالخصوص اپنے سیاسی مخالفین کو بغیر کسی قانونی چارہ جوئی کے نظر بند کرنے میں تامل نہیں کرتی۔ کانفرنس نے اس قابل اعتراض طریق کار کو فوراً ترک کر دینے کا مطالبہ کیا۔ اور تجویز کیا۔ کہ اگر حالت جنگ یا ہنگامی حالات کی وجہ سے حکومت کسی شخص کو مقدمہ چلائے بغیر نظر بند کرنے پر مجبور ہو جائے۔ تو اس پر یہ فرض ہو۔ کہ وہ اس شخص کو گرفتاری سے ایک ہفتہ کے اندر ہائیکورٹ

کے کسی جج کے سامنے پیش کرے۔ ایک مناسب میعاد کے اندر اس کے خلاف عاید کردہ الزامات سے مطلع کر کے اسے قانونی چارہ جوئی کا موقع دے۔ اور متعلقہ جج کے سامنے اس کی گرفتاری اور نظر بندی کے جواز میں کافی ثبوت پیش کرے۔ اس نظر بندی کی میعاد ایک وقت میں تین ماہ سے زائد نہ ہو"

(کارروائی سول بیرسٹر کانفرنس۔ امروز لاہور۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۵۸ء)

آزادی — ایک بڑا فریب

پاکستان کے عوام کو سیاسی طور پر آزاد کہنا بہت بڑا فریب ہے۔ غلامی کے زمانے میں ہماری حالت آج سے کہیں بہتر تھی۔ موجودہ ہنگامی قوانین برطانوی عہد کے ہنگامی قوانین سے کہیں زیادہ سخت۔ تلخ۔ اور وحشیانہ ہیں۔ پہلے زمانے میں سیفٹی قوانین کے تحت زیادہ سے زیادہ چھ ماہ تک نظر بند رکھا جا سکتا تھا۔ مگر موجودہ سیفٹی آرڈی ننس کے ذریعے حکومت پاکستان کسی بھی شخص کو بلا جرم۔ غیر محدود عرصے تک نظر بند

یا قید رکھ سکتی ہے۔ موجودہ حکومتِ پاکستان نے لاتعداد سیاسی مخالفین کو بنا قصور بتلائے۔ پچھلے تین سال سے نظر بند کر رکھا ہے۔ اور انہیں آج تک عدالت کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔

اگر اخبارات کو آزادی تحریر حاصل نہ ہو تو عوام کی بینہ آزادی تحریر ایک مذاق سے زیادہ متصور نہ ہوگی۔ پچھلے تین سال میں حکومت پاکستان نے بہت سے اخبارات اور رسائل کی اشاعت بند کر دی اور کئی ایک سے ضمانتیں طلب کیں۔ آج اگر پاکستان میں کسی کو فی الحقیقت آزادی حاصل ہے تو وہ حکومت کے وزیر۔ بڑے بڑے سرمایہ دار۔ اور جاگیردار ہیں۔ مسلم لیگ نے عوام سے جتنے بھی وعدے کئے تھے سب غلط ہو گئے۔ ارباب اختیار اپنی غلطیوں اور ناکامیوں کو ہنگامی حالات کے سر منڈھتے ہیں مگر یہ غلط ہے۔ گذشتہ ایک سال سے یہاں کوئی ہنگامی حالات وجود میں نہیں آئے۔ اگر موجودہ دور کو ہنگامی دور کہا جا سکتا ہے تو کیا ہمارے مسلم لیگی آقا ہمیں یہ بتلائیں گے۔ کہ یہ نام نہاد ہنگامی حالات کب اور کیسے ختم ہوں گے؟۔ برسوں تک بین الاقوامی

اور ملکی صورتِ حال میں تبدیلیاں ہوتی ہی رہیں گی۔ مگر کیا اسکا یہ مقصد ہے کہ انکی آڑ میں عوام کی آزادی تحریر و تقریر کو بالکل کچل کر رکھ دیا جائے۔ آج پاکستان کے عوام سخت پریشانی مصیبت اور کس مپرسی کے عالم میں ہیں۔ کسان ہیں تو انہیں بڑے بڑے جاگیردار لوٹ کھسوٹ رہے ہیں۔ بڑے بڑے زمینداروں نے مزارعوں کا جینا حرام کر رکھا ہے۔ اور وہ چھوٹی چھوٹی سی باتوں پر ان کو زمینوں سے بے دخل کر رہے ہیں۔ کیا کر رہی حکومت پاکستان اس سلسلے میں؟۔

(پاکستان ٹائمز لاہور۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۵۰ء)

بہاولپور کے بدقسمت عوام

"آج پاکستان کو بنے تین سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا۔ اور اس کی سب سے بڑی ریاست بہاولپور کے ۲۰ لاکھ عوام کو ایسی اصلاحات دی گئی ہیں۔ جو کہ برطانوی حکمران آج سے ۳۱ سال پہلے دینا مناسب سمجھتے۔ بہاولپور کے ریاستی موجودہ غیر جمہوری

اور آمرانہ حکومت سے جس کا سربراہ ایک غیر ملکی ہے۔
عاجز آچکے ہیں۔ لوگ بڑی درد بھری آواز میں کہتے سنائی دیئے
کیا ہم بلوچستان سے بھی گئے گذرے ہیں۔ جسکی آبادی بہاولپور
کے تیسرے حصے کے برابر ہے؟۔ بلوچستان کی حالت پر غور کرنے
کے لیے تو ایک کمیٹی مقرر ہو گئی۔ ہم بدنصیب ریاستی عوام کی بگڑی
بنانے کی طرف کب توجہ ہو گی؟ ہم لوگوں کو کیوں فراموش کیا
جا رہا ہے؟۔ ہمارا خیال تھا۔ کہ پاکستان کی سب سے بڑی
ریاست کے عوام ہونے کی وجہ سے ہماری مصیبتوں اور تکلیفوں
کی شنید ہو گی۔ مگر آج تک ہماری طرف کسی نے بھی توجہ نہ
کی۔ اول تو ریاست کی مجلس خاصی بے اختیار ہے۔ کیوں کہ
اسے سرکاری احکام کے تابع رہنا پڑتا ہے۔ اور پھر وزیر اعظم
کرنل ڈرنگ کو حتمی اختیارات حاصل ہیں کہ وہ مجلس کے
جس بھی فیصلے کو چاہیں رد کر دیں۔ پھر مجلس کے قوانین کے
ماتحت اس کے ارکان تعلیم یافتہ ہونے چاہئیں۔ لیکن حقیقت
یہ ہے کہ آج اس کے بیشتر ارکان غیر تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے

بڑی مشکل سے اپنا نام تک لکھ سکنے کے قابل ہیں۔ مجلس کے ۲۵۔ ارکان میں سے ۲۲ بڑے بڑے زمیندار ہیں جو کہ اپنے ذاتی اثر و رسوخ اور دولت کے بل پر عوام کے نمایندے بن بیٹھے ہیں۔ حکمران نے بہاولپور کی وزارت میں عوام کے دو نمایندے مقرر کیے جن میں سے ایک ہیں "مخدوم زادہ حسن محمود" جو کہ ایک پیر کے صاحب زادے اور ریاست کے سب سے بڑے زمیندار ہیں۔ اور دوسرے عالی مرتبہ میاں فتح محمد لالیکا جن کا گھرانہ ریاست میں چالیس ہزار ایکڑ زمین کا مالک ہے میاں صاحب نہ تو دستخط کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی انگوٹھا لگانے کے قابل۔ کیوں کہ بدقسمتی سے ان کا انگوٹھا کٹا ہوا ہے۔ آپ کے محکمہ کا کام کاج انگریزی میں چلتا ہے۔ جبکہ آپ پرائمری پاس بھی نہیں۔ ان تلخ حالات میں عوام کی کیا حالت ہو سکتی ہے۔ اس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔"

(پاکستان ٹائمز)

سیاسی قیدیوں پر انسانیت سوز مظالم

"ایک اخباری اطلاع کے مطابق امنِ عامہ کے کچھ علمبردار حکام نے مرزا محمد ابراہیم کو جو پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت شاہی قلعہ میں نظر بند ہیں، مار پیٹ کی۔ اور ان سے انتہائی شرمناک اور ناقابلِ برداشت گھناؤنا برتاؤ کیا۔ یہ وہ افسر ہیں جو بظاہر عوام کے حقوق کے محافظ کہے اور سمجھے جاتے ہیں یہ واقعہ مرزا صاحب کے بھائی جو پشاور سے ایک اخبار کے ایڈیٹر ہیں۔ اور جو حال ہی میں مرزا صاحب کو ملنے گئے۔ کی وساطت سے روشنی میں آیا۔ اگر یہ الزامات درست ہیں اور ان کی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔ کیونکہ حکومت نے ان کی تردید نہیں کی۔ تو یہ نہایت افسوسناک صورتِ حال کے آئینہ دار ہیں۔ یہ کچھ پہلے ہی کم شرمناک نہ تھا کہ ہمارے ملک پاکستان کے آزادی پرست بنا مقدمہ چلائے گرفتار کئے جائیں اور جیلوں میں ٹھونس دئے جائیں۔ لیکن جب کسی شخص کو جو محض چند

حکام کی نظروں میں مشکوک ہے۔ عام جیل کی بجائے پولیس کے کسی تنہا و تاریک تہ خانے میں جھونک دیا جائے۔ اسکی ہر ممکن طریقے سے توہین کی جائے۔ اسے گالیاں دی جائیں۔ اسے مارا پیٹا جائے۔ تو یہ طریق کار بدترین مذمت کا سزاوار ہے۔ ملزموں سے اسطرح کی شرمناک چیرہ دستیاں نہ صرف ملک کے قانون کی خلاف ورزی ہیں۔ بلکہ یہ انسانیت کے عام اصولوں کے بھی خلاف ہیں۔ عوام کی نظروں میں ملزم کی نسبت یہ وحشیانہ سلوک روا رکھنے والے حکام زیادہ گناہگار اور سزا کے مستوجب ہیں۔ مذکورہ طریقہ تو اور بھی اندوہ ناک ہے کیوں کہ اسمیں پولیس کے غنڈہ پن کا شکار ایک سیاسی کارکن ہے۔ پاکستان کے معزز ترین افراد میں سے ایک قابل احترام شخصیت وہ عوام کے نمائندے اور پاکستان ٹریڈ یونین فیڈریشن کے صدر ہیں ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ فوراً ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کر کے اس شرمناک واقعہ کی مکمل جانچ پڑتال کرے ضروری ہے کہ تحقیقات غیر جانبدارانہ طریق پر ہو۔ مکمل انصاف

روا رکھا جائے۔ اور معمول کے مطابق محکمے کے وقار کو زندہ رکھنے
کے لئے اس کی چیرہ دستیوں اور بربریت کو چھپانے کی کوشش
نہ کی جائے۔ تحقیقات ایک آزاد کمیٹی کرے اور اس کا سربراہ
ہائی کورٹ کا جج ہو۔ مرزا محمد ابراہیم اور دوسرے تمام سیاسی
نظر بندوں کے بارے میں ہم پھر اپنی گذشتہ مانگ کا اعادہ کرتے
ہیں۔ کہ پنجاب میں صحیح عوامی انتخابات کرانے کے لئے۔ ان کو فی الفور
غیر مشروط طور پر رہا کر دیا جائے۔ مرزا صاحب لاہور سے
اسمبلی کی ایک نشست کے لئے امیدوار ہیں اور یہ انصاف
کی خلاف ورزی ہے کہ انہیں اپنے رائے دہندگان تک پہنچنے
کا موقعہ نہ دیا جائے۔ بہرحال یہ ضروری ہے کہ نظر بندوں کی
زندگی کو تلخی اور پریشانی سے بچانے کے لئے کچھ اصول اور قوانین
وضع کئے جائیں۔ انہیں پولیس اور سی۔ آئی۔ ڈی کے ظالم پنجوں
میں نہ چھوڑا جائے۔ اور گرفتاری کے فوراً بعد جیل میں بھیج دیا
جایا کرے۔ ضروری ہے جب تک ان کا قصور ثابت نہ ہو۔ ان
سے بہتر سلوک کیا جائے۔ انہیں لکھنے پڑھنے۔ کھانے پینے کی رعایات

حاصل ہوں۔ ان کے گھرانوں کو گذارے کے لئے الاؤنس دیا جائے

قیدیوں کو یہ مراعات تو برطانوی حکومت بھی دیتی تھی۔ حکومت

پاکستان اگر ان سے بہتر سلوک نہیں کر سکتی تو برا سلوک تو

چھوڑ دے۔

(پاکستان ٹائمز۔ ۷ فروری ۱۹۵۱ء)

حرام کی مرغی اور پاکستانی قاضی

"چند ہی دن ہوئے مرکزی کابینہ کے ایک کارکن نواب

مشتاق احمد گورمانی نے دعوے کیا تھا کہ مسلم لیگ چار دانگ

عالم میں اسلام کے پیغام کو پہنچا رہی ہے۔ اور ووٹ لینے کا حق

صرف مسلم لیگ کو ہے۔ آج ہماری نظر سے ایک اور وزیر صاحب

کا بیان گذرا۔ یہ بھی انتخابی مہم میں حصہ لے رہے ہیں۔ اور مسلم

لیگ کے لئے ووٹ مانگنے تشریف لائے ہیں۔ اتفاق یہ ہے کہ

موصوف کا بھی کم و بیش وہی مسلک ہے۔ جو نواب مشتاق

احمد گورمانی صاحب کا طرۂ امتیاز تھا۔ ہماری مراد آنریبل

چودھری نذیر احمد صاحب ہیں جنہوں نے گوجرانوالہ میں تقریر کرتے ہوئے نواب مشتاق احمد گورمانی کو بھی مات کر دیا۔ مسلم لیگ کو ووٹ دینے کی اپیل کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے "مسلم لیگ کی مخالف جماعتیں گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہی ہیں کہ پاکستان میں اسلامی آئین نافذ کیا جائے۔ حالانکہ خود مخالف جماعتیں ملک میں حزبِ مخالف منظم کر کے سراسر غیر اسلامی فعل کی مرتکب ہو رہی ہیں۔ حزب مخالف منظم کرنا اسلام کے بنیادی اصولوں کے سراسر منافی ہے" آخر میں چودھری نذیر احمد کی یہ تقریر ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان کے حوالے سے اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ مورخہ پچیس فروری کے صفحہ سات پر شائع ہوئی ہے۔ اب ذرا موصوف کے اس فتویٰ سے منطقی نتیجہ اخذ کیجئے۔ نواب گورمانی نے تو اسلام کی اشاعت کا سہرا مسلم لیگ کے سر منڈھا تھا۔ لیکن ان کے ساتھی نے مسلم لیگ کے خلاف جماعت منظم کرنے ہی کو سرے سے غیر اسلامی قرار دے دیا۔

اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ کامن ویلتھ کی مخالفت کرنا بھی اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی ہوئی۔ اور شہنشاہ کامن ویلتھ کی وفاداری سے انکار نعوذ باللہ اسلام سے انحراف کے مترادف ہو گیا۔ اور پھر بات یہیں نہیں رکتی تاج برطانیہ ہی پر کچھ موقوف نہیں۔ جاگیریں اور زمینداریاں۔ خطابات اور نوابی۔ والیان ریاست اور قبائلی سردار سیفٹی ایکٹ اور سیفٹی آرڈی ننس فرانٹیر کرائمز ریگولیشن اور انگریزوں کے چھوڑے ہوئے سارے استبدادی قوانین بھی تو چشم بد دور نواب مشتاق احمد گورمانی اور چودھری نذیر احمد ہی کی مسلم لیگ کے دم سے قائم ہیں۔"

امروز لاہور۔ ۲۷ فروری ۱۹۵۱ء

خطرناک تجویز

"ہمیں سخت تردد اور تعجب ہوا۔ کہ وزیر خارجہ چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں نے منصفانہ اور آزادانہ رائے شماری کے مطالبہ

پر زور دینے کے بجائے اپنی تقریر میں حسب ذیل خطرناک تجویز
پیش کر دی۔ تنازعہ کشمیر کو طے کرنے کے لئے سلامتی کونسل
ایک ممتاز شخصیت کو حکم مقرر کرے۔ خدا کرے رائٹر کی یہ
اطلاع غلط ہو اور وزیر خارجہ نے ایسی بات نہ کہی ہو۔ اس
لئے کہ حکم کا مطلب یہ ہے کہ اس کا فیصلہ تسلیم کرنا فریقین
پر لازم ہوگا۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کہ تنازعہ کشمیر کے
متعلق جب سلامتی کونسل اپنا فیصلہ دے چکی ہے۔ تو پھر
اب اسے حکم کے سپرد کرنے کے کیا معنی ہیں۔ یہ کب کا طے
ہو چکا ہے۔ کہ کشمیر میں غیر جانب دارانہ اور آزادانہ
شماری کی جائے۔ ہندوستان نے ایک موقعہ پر حکم کی
تجویز رکھی تھی جسے پاکستان مسترد کر چکا ہے۔ وزیر اعظم
پاکستان نے بارہا اعلان کیا کہ کشمیر کے مقدر کے متعلق فیصلہ
کرنے کا حق صرف کشمیر کے عوام کو ہے۔ پھر اب یہ حق ممتاز
شخصیت کو کیوں دیا جا رہا ہے۔ ہمیں مغربی ممتاز شخصیتوں
کی ثالثی کے متعلق بڑے تلخ تجربے ہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا

کہ وزیر خارجہ نے ایسی خطرناک تجویز کیوں پیش کر دی۔ خدا نخواستہ اگر اب یہ معاملہ جو طے شدہ ہے۔ کسی حکم کے سپرد کر دیا گیا۔ اور اس نے اسی اینگلو امریکن مشترکہ قرارداد یا سر اوون ڈکسن کی سفارش کے مطابق ریاست کی تقسیم یا محدود استصواب رائے کا فیصلہ صادر کر دیا۔ تو کیا حکومت پاکستان اسے مان لے گی؟ کیا اس وقت کشمیر کے عوام اور پاکستان کے باشندے یہ سوال نہیں کریں گے کہ ہمارے مقدر کا فیصلہ کرنے کا حق کسی بین الاقوامی شخصیت کو کیسے پہنچتا ہے۔ حکومت پاکستان بالا بالا کسی ایسی تجویز کو کیسے مان سکتی ہے۔ جس کے متعلق کشمیری عوام کی رائے نہ لی گئی ہو۔ چودھری سر محمد ظفر اللہ خان نے یہ بات وزیر اعظم پاکستان کے مشورے اور ہدایت کے مطابق کہی ہو گی۔ لہٰذا ہم وزیر اعظم پاکستان سے دریافت کرتے ہیں کہ معاملہ کی نزاکت و اہمیت کے پیش نظر فوراً صفائی پیش کرے۔ مثل مشہور ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ اہل پاکستان کو مغربی طاقتوں کی وعدہ

خلافی جعلسازی اور فریب دہی کے بڑے تلخ تجربات ہیں۔ اب وہ کشمیر کے متعلق کسی قمار بازی کو برداشت نہیں کر سکتے۔

(امروز۔ ۱۰ مارچ ۱۹۵۱ء)

تعلیمی بدحالی

ہمارے ملک میں یوں تو سیاسی جوڑ توڑ اور ہنگاموں میں کم و بیش تمام تعمیری شعبے سخت کس مپرسی کے عالم میں دم توڑ رہے ہیں۔ لیکن جو درگت تعلیم کی ہے۔ شاید کسی کی نہیں۔ ایک طرف حکومت کے اربابِ اختیار نے جیسا کہ محترمہ فاطمہ جناح نے بھی بیان کیا ہے۔ ابھی تک نئے حالات اور نئے تقاضوں کے مطابق علم کی اشاعت پر کوئی توجہ نہیں دی دوسری طرف قومی راہ نما بھی شاذ و نادر ہی اصلاحی اور تعلیمی ضروریات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ نئے تعلیمی اداروں کا ذکر ہی کیا آزادی سے پہلے جو کالج اسکول یا مدرسے

تھے ان کی بھی دن بدن حالت ابتر ہو رہی ہے۔ جب حالات یہ ہوں۔ تو تعلیم نسوان کو کون پوچھے۔ خواتین ویسے بھی دورِ محکومی کے تعصبات، اوہام اور پس ماندگی کی وجہ سے تعلیم سے محروم رکھی گئیں۔ ہمارے معاشرے میں یہ تصور گھر کر گیا ہے۔ کہ تعلیم کا مقصد محض روزگار حاصل کرنا ہے۔ جو سو فیصدی مردوں کی ذمہ داری ہے"۔

(روزنامہ "امروز" ۱۲ مارچ ۱۹۵۱ء)

حق خود ارادیت پر ڈاکہ

اگر سلامتی کونسل نے مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لئے کسی ثالث کو مقرر کیا۔ تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ کشمیری عوام کے حق خود ارادیت پر ڈاکہ ڈالا گیا۔ کیوں کہ مسئلہ کشمیر کے حل کا تعلق صرف کشمیر کے چالیس لاکھ باشندوں سے ہے۔ لہٰذا یہ معاملہ کسی صورت میں ثالث کے سپرد نہیں کیا جائے"۔

("امروز")

ریاستی پاکستان نوابوں کے رحم و کرم پر

میں جانتا ہوں کہ حکومتِ پاکستان ریاستی عوام کے احتجاج کی پرواکیوں نہیں کرتی۔ اور کیوں تمام پاکستانی عوام کی یہ مانگ پوری نہیں ہوتی۔ کہ ریاستوں کو اُڑا دیا جائے۔ ہمارے اربابِ اقتدار صرف حکومت کرنا ہی چاہتے ہیں۔ اور بس؛ لیکن حکومت کو عوام کی مانگوں کو اس طرح ٹھکرانے کا کوئی حق نہیں۔ اُسے چاہیے کہ لوگوں کی خواہشات کا احترام کرے اور پاکستانی ریاستوں کو اڑا دے۔ ریاستی عوام کو حقِ خود ارادیت دیا جانا چاہیے۔ اُنہیں مکمل آزادی تقریر و تحریر ملنی چاہیے۔ شخصی آزادی اور حقِ خود ارادیت ہر انسان کا پیدائشی اور بنیادی حق ہے۔ یہ حق ریاستی عوام کو دو یا تین سال پہلے دیا جانا چاہیے تھا لیکن آج تک نہیں دیا گیا۔ پاکستانی ریاستوں کی حکومتیں عوام پر ناقابلِ برداشت بوجھ بن گئی ہیں۔ یہ ریاستیں غیر ملکی حکومت کا تحفہ تھیں۔ چند گنے چنے سرمایہ دار ابن

الوقتوں کو ہمیں پاکستانی ریاستی عوام کی تکلیفوں، اور مصیبتوں کی طرف سے آنکھیں نہیں موند لینی چاہئیں۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اُن کی فریادوں پر کان دھرے۔

بیانِ میاں افتخار الدین
(پاکستان ٹائمز لاہور ۲۹ مارچ ۱۹۵۱ء)

جدھر دیکھو۔ بھوک اور افلاس

پاکستانی ریاستی عوام مجلسی اور تمدنی اصلاحات کے لئے بے قرار ہیں۔ اگر حکومت نے اُن کی موجودہ بے بسی کی طرف توجہ نہ دی۔ انہیں اصلاحات نہ دیں تو وہ ریاستی حکومتوں کے خلاف قدم اٹھائیں گے۔ اور وہاں مجلسی اور تمدنی انقلاب پیدا کر دیں گے۔ پاکستانی ریاستیں اور سرحدی علاقوں کے لوگ فاقہ کشی سے جان توڑ رہے ہیں۔ ریاستوں کا امیر طبقہ پاکستان کے قیام کے بعد اور بھی امیر بن گیا ہے۔ چاروں طرف بھوک اور افلاس کا دور دورہ ہے۔ اور خوراک اور کپڑوں کی سخت قلت ہے۔ (سردار اسد اللہ خان۔ پاکستان ٹائمز۔ ۲۹ مارچ ۱۹۵۱ء)

جعل سازی - فریب کاری - خویش نوازی

۷ اپریل کو لاہور میں جناح عوامی مسلم لیگ کے ایک خاص اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے مسٹر حسین شہید سہروردی نے کہا۔ "پنجاب پاکستان اسمبلی کے حالیہ انتخابات میں انتہائی بے ضابطگیاں اور غلط کاریاں روا رکھی گئیں۔ اور حکومت وقت کے افسران نے ناجائز اور غیر قانونی طریقے پر ان میں مداخلت کی۔ گورنر پنجاب نے وعدہ کیا تھا۔ کہ چناؤ میں سرکاری مشینری دخل انداز نہ ہوگی۔ مگر اس کے برعکس تمام سرکاری طبقہ سرکاری مسلم لیگ کی حمایت پر کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے انصاف اور غیر جانبداری کے پرخچے اڑاتے ہوئے نہایت اوچھے اور بھونڈے طریقے سے عوامی نمائندوں کی مخالفت کی۔ اکثر پولنگ اسٹیشنوں پر ووٹروں کو پریشان اور ہراسان کیا گیا۔ ووٹروں سے زبردستی مسلم لیگی امیدواروں کو ووٹ ڈلوائے گئے۔ اور ریوالوروں سے لیس پولیس افسروں نے اپنے ہاتھوں سے ووٹ کارڈ مسلم

لیگی نمائندوں کے بکس میں ڈالے۔ عوامی نمائندوں کے اکثر پولنگ ایجنٹوں کو گرفتار کیا گیا۔ ہمارے بکس توڑ ڈالے گئے۔ ووٹ کارڈ نکالے گئے۔ ان میں ردوبدل کیا گیا۔ اور ان کو پھر سے مسلم لیگ کے بکسوں میں ڈالا گیا۔ مسلم لیگی نمائندوں کی طرف سے لاتعداد جھوٹے اور جعلی ووٹ خود سرکاری افسروں نے ڈلوائے۔ اور تو اور۔ ووٹوں کی آخری گنتی کے وقت بھی سرکاری افسر بلا دریغ بے ضابطگیاں کرتے رہے۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ حالیہ انتخابات کو انتخابات کہنا ہی گناہ ہے۔ یہ ایک ستم ظریفی تھی۔ گھناؤنا مذاق تھا۔ عوام کے ساتھ دھوکا اور ریاکاری تھی جمہوری اصولوں سے۔ اب حزب مخالف کا فرض ہے۔ کہ وہ ان تمام غلط کاریوں کو دور کرنے کی کوشش کرے جن سے پاکستان تباہ ہو رہا ہے۔ ہمیں دیکھنا ہے۔ کہ کیا حسب سابق عوام کے سر پر آمریت مسلط رہے گی۔ صوبے میں غیر انصافی، خویش پروری اقربا نوازی، رشوت، ظلم و تشدد اور چیرہ دستیوں کا دور دورہ رہے گا۔ یا ہماری کوششیں کامیاب ہوں گی۔ اور عوام پھر سے شخصی

آزادی حاصل کر سکیں گے۔ اس وقت موجودہ اربابِ اختیار کے ہاتھوں خود عوام کے حقِ خود ارادیت اور ان کی آزادی کا وجود خطرے میں پڑا ہے۔ عوام کے سر پر پبلک سیفٹی ایکٹ مسلط ہے۔ وہ سیفٹی ایکٹ جو زمانہ بربریت کی یادگار ہے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ یہ ہنگامی قوانین منسوخ کر دیے جائیں۔ اور عوامی نمائندے آزادی سے عوام کی بہبودی کے لیے اقدام کر سکیں۔ پاکستان کے کسان اور زراعت پیشہ لوگ عجب مصیبت کے عالم میں ہیں۔ اُنہیں اُن کے حقوق ملنے چاہئیں۔ اُن کے پست معیار زندگی کو بدلنے کے لیے کوشش ہونی چاہیے۔ اُنہیں زمینداروں اور جاگیرداروں کے چنگل سے چھڑانے کے لیے جدوجہد کی جانی چاہیے۔ ان کسانوں کو آج دو وقت پیٹ بھرنے کو روٹی تک نہیں ملتی۔ پھر مہاجرین ہیں جو ابھی تک بے یار و مددگار ہیں۔ جو بے آسرا جگہ جگہ ٹکریں مار رہے ہیں۔ ان مہاجرین کا حال اندوہ ناک ہے۔ اور ان کا مستقبل اور بھی تاریک۔ پھر مزدور طبقہ ہے دفتروں کے کم تنخواہ پانے

ایک غیر عوامی، غیر ذمہ دار، اور غیر نمایندہ حکومت کو صوبے کی قسمت کا مالک بنا رکھا ہے۔ اگر مسٹر عبدالقیوم خان کو وزیر اعظم پاکستان کی مدد حاصل نہ ہوتی۔ تو وہ کبھی بھی عوام کے جذبات عوام کی خواہشات سے کھیلنے کی جرأت نہ کر سکتے۔ کیا کیا ہے قیوم وزارت نے جاگیرداری اور زمینداری کے خاتمے کے سلسلے میں؟۔ ہم چاہتے ہیں اس کا فی الفور خاتمہ کر دیا جائے۔ قیوم وزارت پبلک سیفٹی ایکٹ اور فوینٹر کرائمز ریگولیشنز پر تکیہ کئے ہوئے ہے۔ جبکہ عوام چاہتے ہیں ان کو فوراً منسوخ کر دیا جائے۔ عوام آزادی مانگتے ہیں۔ شخصی آزادی، آزادی تحریر و تقریر۔ ذمہ دار حکومت۔ ریاستوں میں قرون وسطے کا طرز حکومت ختم کیا جانا چاہئے۔ اور اسکی جگہ ذمہ دار حکومتیں قایم کی جانی چاہئیں۔ موجودہ ارباب حکومت نے مہاجرین کی آبادکاری عوام کی صنعتی اور زرعی بہبودی اور انکی تعلیم کے لئے کچھ نہیں کیا۔ ان اہم مسایل کو فوراً حل کرنے کی طرف توجہ دی جانی چاہئے۔

پیر صاحب مانکی شریف

(روزنامہ پاکستان ٹائمز لاہور۔ ۱۶ اپریل ۱۹۵۱ء)

اقتصادی بحران

پاکستان میں ٹیکسوں کا بوجھ ناقابل برداشت ہو جانے سے عوام کا معیارِ زندگی انتہائی گر گیا ہے۔ اور ان کی اقتصادی حالت افسوسناک حد تک بگڑ چکی ہے۔ حکومتِ پاکستان کی درآمد اور برآمد کی پالیسی ٹھیک نہیں۔ کیوں اور کس لئے حکومت ایسی پالیسی اختیار کرنے سے قبل تاجر طبقے سے مشورہ نہیں کرتی۔ حکومتِ پاکستان محکمۂ ڈیفنس پر بے دریغ رقمیں لٹا رہی ہے۔ اور عوام زیادہ عرصے تک یہ بوجھ برداشت نہیں کر سکتے۔ ہمیں ڈیفنس بجٹ کا بیشتر حصہ خود اپنے ملک میں صرف کرنا چاہئے۔ ملک میں بڑی بڑی آرڈی ننس فیکٹریاں قائم کرنی چاہئیں۔ پچھلی جنگ میں محکمۂ ڈیفنس کی ضرورت کی بہت سی چیزیں ملک میں بنتی تھیں۔ اب یہ ورک شاپ بند پڑی ہیں۔

دماغ سے اپنے ڈیفنس کے اخراجات کا پھر سے تجزیہ کرنا چاہیئے۔ اور کوشش کرنی چاہیئے کہ اسکا بیشتر حصہ ملک کی صنعتی حالت بہتر بنانے پر صرف ہو۔ ہمیں غیر ملکوں سے پرانے سامان کی خرید پر سرمایہ ضایع نہیں کرنا چاہیئے۔ تجارتی معاہدوں کے سلسلے میں ہمیں کچے سامان کے بدلے صنعتی مشینری حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ہمارے کچے سامان کی زیادہ عرصہ تک مانگ نہیں رہے گی۔ اور اگر ہم نے فوراً صنعتی مشینری کے حصول کی طرف توجہ نہ دی تو یہ خداداد موقعہ مفت میں ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اور پاکستان کی صنعتی زندگی حسب سابق کس مپرسی اور بے بسی کے عالم میں رہے گی۔ پھر ہم آج کل تجارتی اور سیاسی وفدوں، وزیروں اور بڑے بڑے افسروں کے دوروں اور سیر و سیاحت پر بے دریغ سرمایہ لٹا رہے ہیں۔ اور یہ چیز ہماری اقتصادی زندگی کے لیے نہایت نقصان دِہ ہے۔ حکومت گھریلو صنعت کاری کی طرف بھی توجہ نہیں دے رہی۔ اگر گھریلو صنعتوں کے فروغ کی طرف دھیان دیا جائے۔ تو اس سے بے روزگاری، جو کہ بڑی

تیزی سے بڑھتی جا رہی ہے۔ کم ہو جائے گی۔

(ایسوسی ایٹڈ پاکستان ٹائمز لاہور۔ ۳۱ مارچ ۱۹۵۱ء)

K. P. SABHA AMBPHALLA
LIBRARY
No.....
Date.....
JAMMU

A AMBPHALLA
BRARY
VMU

پریس دی بنڈ سرینگر